

فَرِحَ بِمَا نَهَبَ اللَّهُ مِنْهُ وَنَسِيَ مَا نَهَبَ اللَّهُ مِنْهُ

مَجْلَدٌ فِي مَعْرِفَةِ حَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

محبوبِ مجانی قطبِ ربانی غوثِ انصاری حضرت شیخ عبد الرحمان بن عبد اللہ کے  
جامع اور مستند حالات

# پیران پیر

پروفیسر محمد فیاض خاں صاحب کاوش ایم اے

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

نَحْنُ أَوْلَىٰ بِكُم بِالْحَيَاةِ وَالْمَوْتِ وَالْآخِرَةِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

# سیرت النبیؐ

سیدنا غوث الاعظم، شیخ محی الدین، عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
نورانی سوانح حیات

مؤلفہ

پروفیسر فیاض کاوش

مکتبہ نبویہ ○ گنج بخش روڈ ○ لاہور

## جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ

طبع	_____	اول:
اشاعت	_____	۱۹۸۰ء
تعداد	_____	ایک ہزار
حسن کاری	_____	
خط طبعی	_____	خلیل احمد نوری
طباعت	_____	گماں رزٹرز لاہور
ہدیہ	_____	۵۵ روپے
ناشر	_____	مکتبہ نبویہ لاہور

## تقسیم کاران

- \_\_\_\_\_ ۱۔ مکتبہ نبویہ - گنج بخش روڈ - لاہور۔
- \_\_\_\_\_ ۲۔ مکتبہ وارثیہ - لال چند آباد - میرپور خاص - سندھ۔
- \_\_\_\_\_ ۳۔ مدینہ پبلنگ کمپنی - ایم اے جناح روڈ - کراچی۔
- \_\_\_\_\_ ۴۔ نوری کتب خانہ - داتا گنج بخش لاہور۔
- \_\_\_\_\_ ۵۔ رضا پبلی کیشنز - داتا دربار - لاہور۔
- \_\_\_\_\_ ۶۔ مکتبہ قادریہ - جامعہ نظامیہ رضویہ - لوہاری دروازہ - لاہور۔

# فہرست مضامین

۷	۱۔۔۔۔۔ انتساب
۸	۲۔۔۔۔۔ تعارف
۱۱	۳۔۔۔۔۔ افتتاحیہ
۱۲	۴۔۔۔۔۔ مآخذ کتاب
۱۶	۵۔۔۔۔۔ نام نامی اسم گرامی
۱۸	۶۔۔۔۔۔ آئینہ زندگی
۱۹	۷۔۔۔۔۔ قدرت کا لاجواب انتخاب
۲۱	۸۔۔۔۔۔ حضرت عیوش الاعظم کی پیدائش کے وقت عالم اسلام کی حالت زار
۲۲	۹۔۔۔۔۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ
۲۶	۱۰۔۔۔۔۔ ولادت باسعادت کی پیشین گوئیاں۔
۴۸	۱۱۔۔۔۔۔ شجرہ شریف
۲۹	۱۲۔۔۔۔۔ والدین کا تقویٰ
۳۰	۱۳۔۔۔۔۔ ولادت شریف

۳۲	۱۴	بچپن اور لڑکپن
۳۵	۱۵	اعلیٰ تعلیم و تربیت
۳۸	۱۶	شیوخ اور اساتذہ
۳۹	۱۷	مرشدِ کامل کی تلاش
۴۱	۱۸	شیطان سے مقابلہ
۴۳	۱۹	پیرِ کامل سے بیعت
۴۳	۲۰	درس و تدریس
۴۶	۲۱	رشد و ہدایت، وعظ و نصیحت
۵۱	۲۲	محی الدین
۵۲	۲۳	اسلام کی جیات نو
۵۳	۲۴	شریعت و طریقت کے اختلاف کا خاتمہ
۵۳	۲۵	مغز لہ کی بربادی
۵۴	۲۶	رافضیت کی شکست
۵۵	۲۷	سب سے بڑا کارنامہ
۵۷	۲۸	شجرہ عالیہ قادریہ
۵۸	۲۹	غوث الاعظم
۶۰	۳۰	قصیدہ غوثیہ اور علماء کرام
۶۹	۳۱	اولیائے کرام پر فوقیت
۶۹	۳۲	قاسم ولایت
۶۹	۳۳	حضرت مجدد الف ثانی کی تائید
۷۰	۳۴	قدم پاک بر گردن اولیاء
۷۱	۳۵	مشائخ و وقت کی تائید
۷۳	۳۶	شیخِ حدی کی دلیل

۷۳	مولوی انور علی تھانوی	۳۷
۷۴	علامہ رزاق کی دلیل	۳۸
۷۴	نجیب الطریفین سید	۳۹
۷۵	امتیازی خوبیاں	۴۰
۷۸	کرامات	۴۱
۸۱	قدرت کا انتقام	۴۲
۸۲	دربارِ غوث میں ماہ و سال کی حاضری	۴۳
۸۵	غوث الاعظم کا دھوبی	۴۴
۸۵	دستگیری	۴۵
۹۰	دولت و امارت سے نصرت	۴۶
۹۱	عزبا پوری	۴۷
۹۲	اطلاق و عادات	۴۸
۹۲	حق گوئی و بے باکی	۴۹
۹۸	غوث الاعظم کی سیاست	۵۰
۱۰۱	روزمرہ کی زندگی کا دستور العمل	۵۱
۱۰۳	سراپا شریف	۵۲
۱۰۵	وصالِ حق	۵۳
۱۰۸	فیض قادری	۵۴
۱۰۹	سلسلہ نقشبندیہ	۵۵
۱۱۲	سلسلہ سہروردیہ	۵۶
۱۱۴	پیران پیر کے مرید کی شان	۵۷
۱۱۵	مرد کا جانفزاں	۵۸
۱۱۶	یا شیخ عبد القادر جیلانی شیبانیؒ	۵۹

- ۱۱۶ ————— ۶۰۔ صلوة غوثیہ
- ۱۱۸ ————— ۶۱۔ ازدواج و اولاد
- ۱۱۹ ————— ۶۲۔ غوث الاعظم کی اولاد کا منصبِ اعلیٰ
- ۱۲۱ ————— ۶۳۔ غوث الاعظم کی اولاد کو ایذا پہنچانے کی سزا
- ۱۲۱ ————— ۶۴۔ تصانیف
- ۱۲۲ ————— ۶۵۔ شعرو شاعری
- ۱۲۳ ————— ۶۶۔ نمونہ کلام
- ۱۲۵ ————— ۶۷۔ ملفوظات گرامی
- ۱۲۹ ————— ۶۸۔ گیارہ تاریخ کی اہمیت
- ۱۳۵ ————— ۶۹۔ گیارہویں شریف کی ابتدا
- ۱۳۰ ————— ۷۰۔ گیارہویں شریف کی امتیازی شان
- ۱۳۱ ————— ۷۱۔ گیارہویں شریف سوب و عجم میں
- ۱۳۳ ————— ۷۲۔ گیارہویں شریف کا ثبوت
- ۱۳۳ ————— ۷۳۔ گیارہویں شریف کے لوازمات
- ۱۳۴ ————— ۷۴۔ ایصالِ ثواب
- ۱۳۶ ————— ۷۵۔ احتیاط
- ۱۳۸ ————— ۷۶۔ ایک خواب ایک حقیقت
- ۱۳۹ ————— ۷۷۔ منقبت سیدنا غوث اعظم
- ۱۴۰ ————— ۷۸۔ عرس کا ثبوت
- ۱۴۳ ————— ۷۹۔ فتویٰ
- ۱۴۵ ————— ۸۰۔ ختمِ غوثیہ
- ۱۴۷ ————— ۸۱۔ غوث پاک کی گیارہویں شریف
- ۱۴۹ ————— ۸۲۔ تعیینِ یوم
- ۱۵۲ ————— ۸۳۔ احتساب

# انتساب

بنام نامی ————— پیرو مُرشد سیدنا حافظ ، حاجی ،

————— "وارث علی شاہ" ————— قدس سرہ العزیز

جن کی غلامی کا تمغہ مجھے دربار ————— نحوث الاعظم —————

————— سے عطا ہوا —————

بدہ دست یقیں اے دل بدست شاہ جیلانی

کہ دست اولو داند حقیقت دست یزدانی

————— فیاض کاوش وارتی



# تعارف

جناب صغیر حسن خاں زبیری وارثی نبیرہ قطب عالم حضرت حافظ حسن خاں وارثی علیہ السلام

پروفیسر فیاض احمد خاں صاحب کاوش وارثی، ایک اچھے انسان ہیں۔ اور فی الواقع جو اچھا انسان ہوتا ہے۔ وہی اچھا ادیب بھی ہو سکتا ہے۔ ہمارے بہت سے ادیب آدب انسانیت سے عاری ہیں۔

آدمی کو بھی میسٹر نہیں انساں ہونا

پروفیسر فیاض کاوش صاحب عالی اخلاق، فراخ دل، بلند حوصلہ اور ہمدرد و نیکو انسان ہیں۔ ہاں کچھ جذباتی ضرور ہیں مگر جب یہی جذبات، نظم و نثر کا روپ دھارتے ہیں تو دلوں پر اثر و تاثیر کی بجلیاں گراتے ہیں، وہ بے باک، بے تکلف اور سادہ مزاج ہیں اور یہی خوبیاں ان کی تحریر میں موجزن ہیں۔

بزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق

فیاض کاوش صاحب، پھانوں کے ایک معزز گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں ۱۹۳۶ء میں ہندوستان کے مردہ جزیرہ اٹاواہ (یو پی) میں پیدا ہوئے۔ یہاں تعلیم القرآن میں قرآن و حدیث کی تعلیم حاصل کر کے ملک کی مشہور قدیم درس گاہ اسلامیہ ہائی اسکول (اٹاواہ) میں داخل ہوئے جہاں سے ۱۹۵۲ء میں میٹرک پاس کیا۔

فیاض کاوش صاحب کی زندگی کا ابتدائی دور ایک ایسے ماحول میں گزرنا جو دینی اور

مذہبی ہونے کے ساتھ شاعرانہ اور ادیبانہ بھی تھا۔ آئے دن میلاد اور عرس کی محفلیں، قوالیاں اور مشاعروں۔ اس ماحول نے موصوف کی طبیعت میں گداختگی پیدا کر دی۔ وسیع و عریض آستانہ وارثیہ مکان سے ملحق تھا، جہاں احرام پوش فقراء کی نورانی محفلیں ہوا کرتی تھیں۔ عملی تصوف کی انہیر بہکتی لہجہ کی فضاؤں میں فیاض کاوش صاحب نے آنکھ کھولی اور آستانہ عالیہ کے پاکیزہ ماحول میں پروان چڑھے۔

تقسیم کے بعد فیاض کاوش صاحب ۱۹۵۲ء میں پاکستان آکر میرپور خاص (سندھ) میں مقیم ہوئے اور شاہ عبد اللطیف گورنمنٹ کالج میرپور خاص میں داخلہ لیا۔ ساتھ ہی گلکریٹ خنجر پارک میرپور خاص میں ملازم ہو کر سرشتیدار ہو گئے۔ ملازمت کے ساتھ ساتھ تعلیم بھی جاری رہی۔ اس طرح بی۔ اے پاس کر لیا تو ذوق درس و تدریس کی تسکین کے لیے گورنمنٹ ہائی اسکول میں مدرس ہو گئے۔ مدرسہ کے دوران ایم۔ اے پاس کر لیا تو گورنمنٹ کالج شکا پور (سندھ) میں لیکچرار مقرر ہوئے، کچھ عرصہ گورنمنٹ کالج سانگھڑ (سندھ) میں رہنے کے بعد اب ایک عرصہ سے شاہ عبد اللطیف گورنمنٹ کالج میرپور خاص (سندھ) میں شعبہ اردو کے مدرس ہونے کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں۔

فیاض کاوش صاحب مشاعروں اور ادبی محفلوں میں تو شروع سے حصہ لیتے رہے البتہ نثر نگاری کا آغاز دیر میں کیا۔ یوں تو پہلے بھی لکھتے رہے لیکن مستقل نہ لکھا۔ اب چند سالوں سے مستقل لکھ رہے ہیں۔ اس وقت وہ نظم و نثر میں اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔

اس سے پیشتر ان کی تالیف لطیف "آفتاب ولایت" سوانح عمری سرکار وارث پاک رحمۃ اللہ علیہ شائع ہو کر قبول عام حاصل کر چکی ہے۔

قادری دربار کے ادنی غلام ہونے کی حیثیت سے کتاب "پیران پیر" ان کے روحانی تقاضوں کا منہ بولنا ثبوت ہے۔ یہ پروفیسر موصوف کی ساہا سال کی جدوجہد کا علم سرمایہ ہے جو اب تک اس موضوع پر لکھی جانے والی تمام کتب کالب باب اور عطر

لاجواب ہے۔

میری دعا ہے کہ رب تعالیٰ اسے شرف قبولیت بخشے اور پروفیسر فیاض کاوش صاحب کی اس کاوش کو قبول عام عطا فرماتے۔

اللهم آمین بحق سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

صغیر حسن خاں زبیری

مینجریشنل بینک (میونسپل برانچ) میرپور خاص

(سندھ)



مانند ہیں جو استاذ سے مرز موز کر خود اپنے ذاتی مطالعہ سے اعلیٰ مدارج طے کرنا چاہتا ہے، لیکن عالم اسباب میں تو وسائل کی ضرورت ہوتی ہے بغیر وسیلے کے مقصد تک پہنچنا مشکل ہے یہ صحیح ہے کہ خدا نے فرمایا ہے مجھ سے مانگو، میں تمہیں دوں گا۔ مگر جب ہم کو قرآن کی زبان میں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ ہم کو ان لوگوں کی راہ دکھا جن پر تو نے انعام فرمایا۔ ان لوگوں کی راہ نہ دکھا جن پر تیرا غضب نازل ہوا۔ تو اس طرح دراصل مانگنے کا سلیقہ سکھایا جا رہا ہے، اب جب مانگنے والا ان برگزیدہ بندوں سے روگردانی کرتا ہے تو درحقیقت وہ اپنے خدا سے روگردانی کرتا ہے کیونکہ خدا ہی نے ام الكتاب میں اپنے بندوں کو اس طرف متوجہ کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ انسان جسم اور روح سے مرکب ہے اس لیے اس کو دوسری تعلیم اور دوسری معیشت کی ضرورت ہے۔ اگر روح نہ ہوتی، صرف جسم ہوتا تو پھر ایک قسم کی تعلیم اور ایک ہی قسم کی معیشت کافی تھی۔

علوم ظاہری درس و تدریس سے حاصل ہو جاتے ہیں لیکن علوم باطن صحبت سے حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ علوم سائنس کا طالب علم، سائنسدان ہو سکتا ہے لیکن علوم شریعت کا عالم عارف نہیں ہو سکتا۔ اس کے لیے عملی تربیت شرط اول ہے اور اسی عمل کا دوسرا نام سیرت ہے۔ چنانچہ علوم باطن کے لیے ایسی سیرتوں کی ضرورت ہے جن میں یہ علوم جیتے جاگتے نظر آئیں۔ ایسا صاحب سیرت، مرد کامل ایک عظیم قوت ہے جو اپنے ماحول اور اپنے عہد پر اثر انداز ہوتا ہے جس سے چہارواک عالم جگمگا اٹھتے ہیں۔

زیر نظر کتاب "پیران پیر" سندھ کے کہنہ مشق شاعر و ادیب جناب پروفیسر فیاض کاوش کی تالیف لطیف ہے۔

اسلوب نگارش دلکش و دلنشین اور مجموعی طور پر دل آویز و دل ربا ہے۔

اس کتاب میں "ولادت" سے لے کر "وفات" تک سیرت عزت اعظم رضی اللہ عنہ

کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ آپ کی آمد آمد سے قبل عالم اسلام کی ناگفتہ بہ حالت، ولادت

کے متعلق پیش گوئیاں، والدین کی تقویٰ شعاری کے حیرت انگیز واقعات، خود آپ کے بچپن کا صداقت شعاری سے متعلق ایک بے مثال واقعہ، تعلیم و تربیت، دوران تعلیم شہادت و مصائب، تبحر علمی، تاثیر و عظمت و نصیحت، آپ کی عبادات و ریاضات کی کیفیت، فقر پسندی، دولت و امارت سے نفرت اور روزمرہ زندگی کے کام کاج، سودا سلف بازار سے خریدنا، گلی کوچوں میں بچوں کو بلا بلا کر مٹھائی تقسیم کرنا، دسترخوان پر مہمان و طلبہ کو ساتھ بٹھانا، حاجت مندوں میں نذریں تقسیم کرنا، آپ کی کرامات و خوارق، مقامات و درجات، فیض و برکات، اولاد و سجادگان اور تصانیف وغیرہ پر جامعیت کے ساتھ اظہار خیال کیا گیا ہے۔ نیز گیارہویں شریف کے متعلق تمام ضروری معلومات اور معترضین کے اعتراضات کے معقول جوابات بھی فراہم کئے گئے ہیں۔

یہ کتاب مختصر ہوتے ہوئے بھی اپنے موضوع پر حاوی ہے۔ اہل محبت کے لیے اس کتاب میں کوئی کمی نہیں۔ اور یہ کتاب لکھی ہی نہیں کے لیے گئی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اس کو شرف قبولیت سے نواز کر فاضل مؤلف جناب پروفیسر فیاض احمد خاں کاوش زید مجدہ کو اس کی برکات سے بیش از بیش مستفیض فرمائے اور اس کو ان کے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین!

احقر محمد سعید حسد عظمیٰ  
پرنسپل گورنمنٹ کالج منہیٰ ضلع مہراپارہ (سندھ)

۵۔ رمضان المبارک مطابق  
۲۱۔ اگست ۱۹۶۶ء

# ماخذ کتاب

فتوح الغیب	_____	حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ
غنیۃ الطالبین	_____	" " "
قصیدہ غوثیہ	_____	" " "
بہجت الاسرار	_____	ابوالحسن نورالدین علی السطونی رحمۃ اللہ علیہ
نفحات الانس	_____	علامہ عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ علیہ
تقریح الخاطر	_____	علامہ عبد القادر الاربلی رحمۃ اللہ علیہ
مرقات شرح مشکوٰۃ	_____	علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
نزہۃ الخاطر الفاتر	_____	" " "
میزان البکری	_____	علامہ عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ
طبقات البکری	_____	" " "
قللۃ الجواهر	_____	علامہ محمد بن یحییٰ حبلی رحمۃ اللہ علیہ
جامع کرامات الاولیاء	_____	علامہ یوسف بنہانی رحمۃ اللہ علیہ
نزہۃ المجالس	_____	علامہ عبد الرحمن صفوری رحمۃ اللہ علیہ
خزینۃ الاصفیاء	_____	غلام سرور لاہوری رحمۃ اللہ علیہ
الحادی للفتاویٰ	_____	علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
شرح الصدور	_____	" " "
مکتوبات شریف	_____	حضرت شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ
"حضرت غوث الاعظم"	_____	پروفیسر محمد عنایت اللہ
تحفۃ القادریہ	_____	حضرت ابوالمعالی رحمۃ اللہ علیہ

- حضرت غوث الاعظم ————— پروفیسر محمد عنایت اللہ
- تحفۃ القادریہ ————— حضرت ابوالمعالی لاہوری۔ رحمۃ اللہ علیہ
- سفینۃ الاولیاء ————— شہزادہ دارا شکوہ
- تاریخ فرشتہ ————— ملا قاسم فرشتہ
- اخبار الاخبار ————— شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- اشعۃ اللمعات ————— " " " "
- مدارج النبوت ————— " " " "
- انباہ فی سلاسل اولیاء اللہ ————— شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- ہمعات ————— " " " "
- فیوض الحرمین ————— " " " "
- تذکرہ سیدنا غوث الاعظم ————— علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ
- محفل نامہ گیارہویں شریف ————— خواجہ حسن نظامی "
- سیرت غوث الثقلین ————— مولانا ابوالحامد محمد ضیاء اللہ قادری
- الفرقان بین الاولیاء الحرمین والشیطان ————— امام ابن تیمیہ
- فیض الباری ————— مولوی انور شاہ کاشمیری
- شما تم امدادیہ ————— مولوی اشرف علی تھانوی
- النخب ————— " " " "
- افاضات یومیہ ————— " " " "
- امداد السلوک ————— مولوی رشید احمد گنگوہی
- گیارہویں شریف ————— شاہ تزاب الحق قادری
- حقیقت گیارہویں شریف ————— محمد بشیر جنجوعہ



- گیارہویں شریف کی حقیقت \_\_\_\_\_
- فیصلہ ہفت مسد \_\_\_\_\_ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
- فناوی عزیز می \_\_\_\_\_ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی
- ملفوظات عزیز می \_\_\_\_\_ " " "
- کتاب ما ثبت بالسند \_\_\_\_\_ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
- بخاری المخلوقات \_\_\_\_\_ علامہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ
- وجیز القراط \_\_\_\_\_ حضرت ملا محمد " "
- جمع الجوامع \_\_\_\_\_ علامہ جلال الدین سیوطی "
- سراج البدایہ \_\_\_\_\_ مولانا جلال الدین بخاری "
- تذکرہ مسعود \_\_\_\_\_ ڈاکٹر پروفیسر مولانا محمد مسعود احمد
- مجتب رسول \_\_\_\_\_ مولانا محمد منعم مزاروی علیہ الرحمۃ۔
- رجال السنۃ \_\_\_\_\_ مولانا شاہ حسین گرویزی۔

# نام نامی اسم گرامی

سب میں کچھ کچھ کمی سی لگتی ہے !  
جو بھی آتے ہیں ذہن میں القاب !



سید السادات، شیخ المشائخ، تاج العارفین، رہبر اکابر دین،  
وارث کتاب اللہ، نائب رسول اللہ، باز الاشہب، پیران پیر،  
دست گیر، قطب ربانی، عوث صمدانی، محبوب سبحانی، محی الدین،  
ابو محمد حضرت عبدالقادر گیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ



سید و عالی نسب در ادویاست  
نور چشم مصطفیٰ و مرتضیٰ ست

۱۵ قلاب الجواہر ص ۵، زمزمہ الخاطر الفاترہ ص ۳۰۔ تفریح الخاطر

# آئینہ زندگی

- سن پیدائش \_\_\_\_\_ یکم رمضان المبارک ۱۳۶۱ھ / ۱۰۶۸ء
- وطن مبارک \_\_\_\_\_ ایران بحیرہ خزرہ (کیسپین سی) کے  
جنوبی ساحل پر موضع گیلان۔
- حب و نسب پاک \_\_\_\_\_ حسنی و حسینی (سید)
- والد بزرگوار \_\_\_\_\_ حضرت سیدنا شیخ ابوصالح موسیٰ  
رحمۃ اللہ علیہ۔
- والدہ ماجدہ \_\_\_\_\_ حضرت ام المخرمہ فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ
- ۱۰۹۵ھ / ۲۸۸ھ { بغداد شریف میں ورود اور  
درس نظامی میں داخلہ  
۱۱۲۶ھ / ۵۲۱ھ { رشد و ہدایت کا آغاز  
۱۱۶۶ھ / ۵۶۱ھ { ۱۱ ذی الحجہ ۱۱۶۶ھ / ۱۱۶۶ھ

## قدرت کا لاجواب انتخاب

بغداد کے ایک سنان راستہ پر ایک نوجوان مسافر چلا جا رہا تھا اس نے راستے کے کنارے ایک پریشان حال بوڑھے کو دم توڑتے دیکھا۔ مسافر کو اس بوڑھے کی حالت زار پر رحم آگیا۔ اسے سہارا دینے کے لیے نوجوان نے قریب جا کر اپنا دست شفقت بڑھایا۔ بوڑھے نے بھی اپنا رزتا ہوا کمزور ہاتھ اٹھا دیا۔ مسافر نے اپنے مضبوط ہاتھوں سے اس ناتواں کو سہارا دیا۔ مسافر کے ہاتھ لگتے ہی بوڑھے کی رگوں میں طاقت و توانائی کی برقی لہر دوڑ گئی۔ بڑی تیزی سے اس بوڑھے کی حالت زار سنبھلنے لگی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پیلے پیلے چہرے پر نوشکفتہ پھولوں جیسی بہار آگئی۔ پتھرائی ہوئی آنکھوں میں زندگی کی روشنی عود کر آئی۔ کچھ دیر پہلے وہ بیمار بوڑھا جو بڈیوں کا پنجر نظر آ رہا تھا، اب ایک صحت مند نوجوان بن کر مسکرا رہا تھا۔ یہ عجوبہ دیکھ کر مسافر کو سخت حیرت ہوئی۔ اس پر اس نوجوان نے مسافر سے مسکراتے ہوئے کہا:

”اے عبدالقادر اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں۔ میں آپ کے نانا جان کا دین ہوں۔ میری حالت خستہ و خراب ہو چکی تھی۔ آپ کے ذریعہ سے اللہ پاک نے مجھے نئی زندگی بخشی ہے۔ دراصل آپ ”محمی الدین“ ہیں۔“

سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی کی روشن آنکھوں نے عالم مثال میں ”دین“ کو جس خستہ و خراب حالت میں دیکھا تھا، درحقیقت تمام عالم اسلام میں دین کی وہی حالت زار تھی۔ ہر جگہ بدی کے اندھیروں کا راج تھا۔ نیکی کا نور معدوم ہو رہا تھا۔ نثرافت کے اجالے دم توڑ

رہے تھے۔ انسانیت کا خون ہو رہا تھا۔ اخلاق کا دیو الیہ نکل چکا تھا۔ ایسے پراگندہ ماحول کی اصلاح بھلا کیسے ہو سکتی تھی۔ یہ محض کسی ایک فلسفی، عالم یا فقیہ کے بس کا کام نہ تھا بلکہ اس کے لیے تو کسی ایسے "عارفِ کامل" کی ضرورت تھی جو پورے طور پر عشقِ الہی سے سرشار اور روحانی قوتوں سے سرفراز ہو جس کے اثر سے شیطانی قوتیں دم توڑ دیں اور جس کی نظر سے تاریک دل نور سے معمور ہو جائیں۔ اس مقصدِ عظیم کو حاصل کرنے کے لیے قدرت نے سیدنا نوح علیہ السلام کو بطورِ خاص تیار کیا تھا۔ چنانچہ آپ کی نورانی زندگی کے تمام واقعات شاہد ہیں کہ قدرت نے آپ کی تربیت بطورِ خاص اس طرح کی تھی جس کے نتیجے میں آپ صحیح طور پر محی الدین بن گئے۔ اور نورِ معرفت سے دلوں کو جگمگانے لگے۔ آپ نے اپنی روحانیت کے زور سے شیطانی حربوں کو ناکارہ کر کے باطل قوتوں کو پاش پاش کر دیا۔ آپ کے نعرہ حق سے فضائیں گونجنے لگیں۔ آپ کے روحانی فیوض و برکات سے تاریک سینے نورِ معرفت کے خزینے بننے لگے۔ اس طرح ۷

سبل انوارِ رحمت رواں جو ہوا      نور ہی نور تھا جس طرف دیکھیے  
دیدہ و دل اجالوں میں ڈوبے ہوئے      جلوہ طور تھا جس طرف دیکھیے

اس سے ثابت ہوا کہ آپ کی تربیت میں قدرت کا خاص ہاتھ تھا۔ گویا رب تعالیٰ نے آپ کی ذات بابرکات کو شروع ہی سے "نبوت" کی "نیابت" کے لیے چن لیا تھا۔ بلاشبہ آپ قدرت کا انتخاب لاجواب ہیں۔

# حضرت غوث الاعظم

کی ولادت کے وقت عالم اسلام کی حالت زار

پانچویں صدی کے آخر میں اسلامی دنیا کے اندر بڑا انتشار و خلعناہ بھیلایا ہوا تھا۔  
 ”مسٹر گبن“ وغیرہ یورپین مورخین نے اس زمانہ کو دنیا کے اسلام کا تاریک ترین دور  
 قرار دیا ہے۔

اسلامی دنیا میں افراتفری کا یہ عالم تھا کہ ”اندلس“ میں اسلامی حکومت کی مرکزیت  
 ختم ہو چکی تھی۔

”مصر“ میں سلطنت باطنیہ ”قائم ہو چکی تھی جسے علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے  
 ”سلطنت خبیثہ“ لکھا ہے۔

ادھر ہندوستان میں سلطان محمود کے جانشینوں کا زوال شروع ہو چکا تھا اور اب  
 ہندو راجے ہمارا جے مسلمانوں سے اپنی پچھل سکتوں کا بدلہ لینے کے لیے متحد ہو رہے تھے۔  
 ”بیت المقدس“ پر عیسائی ”قافلے“ ہو چکے تھے نہ صرف یہ بلکہ اب وہ عراق و حجاز  
 پر حملہ کرنے کی تیاریاں مکمل کر رہے تھے۔

ادھر ”خلافت عباسیہ“ سمٹ سٹی اگر ”ابنہ اذ“ کے گرد و نواح تک محدود ہو کر رہ  
 گئی تھی اور ”عباسی امیر المؤمنین“ اب ترک سرداروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے  
 تھے۔

دوسری طرف ”حسن بن صباح“ کے پیروکاروں نے ”ایران و عراق“ میں تباہی  
 مچا رکھی تھی۔

”ایشیا اور افریقہ“ میں تو یہ فساد برپا تھا اور ”ادھر“ یورپ ”میں قائم سلطنتیں بلکہ  
 ساری عیسائی دنیا مسلمانوں کے خلاف متحد ہو چکی تھی اور اب وہ اسلامی ملکوں کی اینٹ

سے اینٹ بجانے کے لیے مسلم ممالک کی سرحدوں پر اکٹھے ہو رہے تھے۔ اور اِدھر یہ عالم تھا کہ ملتِ اسلامیہ "فرقہ بندیوں" کے عذاب میں گرفتار تھی۔ "خلقِ قرآن" کا مسئلہ گڑھا گیا تھا۔ "معتزلہ اور باطنیہ" تحریکوں نے عالمِ اسلام، کو ذہنی خلفشار میں مبتلا کر رکھا تھا۔ "عجی فلسفیوں" نے علمائے اسلام کے خیالات کو پراگندہ کر دیا تھا۔ چنانچہ فلسفہ و منطق کی بے معنی بحثوں کا شمار ہو کر وہ ہر وقت، شبلیہ، سُستی، حُنبلی اور اشعری مناظرات میں مصروف رہتے تھے۔ اس میں گالی گلوچ سے گزر کر کشت و خون تک نوبت پہنچی تھی۔ غرض کہ منطق کے گورگہ دھندوں اور عجی فلسفیوں کی فضول بحثوں نے مسلمانوں کے دماغوں کو بے جا طور پر تھکا کر چکنا چور کر رکھا تھا۔ یہ مابقی مسئلے کسی طرح مفید نہ تھے بلکہ ان کی بہتات نے مسلمانوں کی علمی قوت کو برباد کر دیا تھا۔ چنانچہ اس طرح مسلمان فروعی اختلافات میں دست بگریباں ہو کر اپنی متحدہ قوت کا شیرازہ منتشر کر رہے تھے۔

غرض کہ بے معنی فلسفیانہ گفتگو اور منطقی بحثوں میں الجھ کر لوگ قرآن و سنت سے بہت دور چلے گئے تھے۔ اسلامی پر وہ ختم ہو چکا تھا۔ "اسپین" کے "نقاب پوش سلاطین" کے دور میں تو نوبت بہان تک پہنچ چکی تھی کہ مردوں نے نقاب پین لیے تھے اور عورتیں کھلے منہ پھرا کرتی تھیں۔ لوگوں کے دلوں سے خوفِ خدا اور محبتِ رسول ختم ہو چکی تھی۔ ہر شخص خود کو عقل کل سمجھنے لگا تھا۔ ایسے پُر آشوب دور میں اللہ تعالیٰ کی رحمتِ کاملہ سے سیدنا غوث الاعظم کی ولادت شریف ہوئی۔ جن کے روحانی انوار سے تاریک دل جگمگا اٹھے۔ ذہنی خلفشار ختم ہوا۔ افتراق و انتشار کا دروازہ بند ہوا۔ مادیت کی جگہ روحانیت کا ادراک پیدا ہوا۔ عجی فلسفیوں کا طلسم ٹوٹا۔ قرآنِ فہمی کا ذوق و شوق بڑھا۔ تشریحِ محمدی کا بول بالا ہوا۔ معتزلہ اور باطنیہ تحریکوں کا منہ کالا ہوا۔ ملتِ اسلامیہ کی شیرازہ بندی ہوئی اور عالمِ اسلام نے سکون کا سانس لیا۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے ملحدوں کو توجیدِ ربانی کا سبق پڑھایا۔ سرکشوں کو

عشق رسول سکھایا۔ لوگوں کو بدعت سے نفرت دلاتی۔ جاہ پرستوں کو دنیا سے بے رغبتی سکھائی۔ اخلاق کی اصلاح کی اور شریعت کی تعلیم دی۔ معاملات کو سدھارا اور آخرت کا احساس دلایا اور طریقت کا راستہ دکھا کر بندوں کو اللہ سے ملایا۔ غرضکہ سیدنا غوث اعظم ایک عہد ساز ہستی کے مالک تھے۔ آپ کی نورانی شخصیت کے فیوض و برکات تمام عالم اسلام میں جاری و ساری ہو گئے۔ آپ کی نورانی تعلیمات ہر عہد پر حاوی ہیں۔ آپ کی ذات با برکات ہر دور کے لیے مینارۂ نور ہے۔

ہے جہان معرفت میں احترام غوث پاک  
اللہ اللہ کتنا ارفع ہے مقام غوث پاک

---

ایں بارگہ حضرت غوث الثقلین است  
نقد کر حیدر و نسل حسین است  
مادرش حبیبی، نسب است و پدر او  
زاو لاد حسن یعنی کریم الابوین است  
(شاہ محمد غوث)



# اسلام کی نشاۃ ثانیہ

سیدنا عوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے روحانی و تبلیغی اثرات ہی کا نتیجہ تھا کہ معمر کی سلطنت باطنیہ زوال پذیر ہو کر ۶۴۵ء میں صفحہ ہستی سے نیست و نابود ہو گئی۔ اور اس کی جگہ سلطان نور الدین زنگی اور سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے شیر دل مجاہدان اسلام نے بساط سلطنت چھائی۔ ادھر ہندوستان میں غزنویوں کی تباہ شدہ حکومت کی جگہ "غوری خاندان" نے ہندوستان میں ایک نئی وسیع تر اسلامی سلطنت قائم کی۔ اسی طرح "اندلس" میں محمد بن کی سلطنت عالم وجود میں آئی۔ جس کی وجہ سے وہاں اسلام کو طویل استحکام نصیب ہوا۔

اگرچہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ۶۱۵ء تا ۱۲۱۸ء میں تاتاریوں نے اسلامی دنیا پر چڑھائی کر کے اسلامی سلطنت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، ہر طرف تباہی مچا دی۔ مگر قتل و غارت گری کی ان تند و تیز آندھیوں اور طوفانوں میں بھی اسلام کا چراغ روشن رہا۔ حتیٰ کہ خوشخوار تاتاریوں کے دل بھی نور اسلام سے جگمگانے لگے۔ یہ سب سیدنا عوث الاعظم ہی کی روحانی تعلیمات اور باطنی تصرفات کا اثر تھا۔

”پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے“

خان اعظم کا تسبوت اسلام | کافر تاتاریوں کے قبول اسلام کے واقعات بھی بہت دلچسپ ہیں ان میں سے تاریخی اہمیت کا یہ واقعہ کس قدر جبریت انگیز ہے کہ سلسلہ قادریہ کے ایک بزرگ نے اشارۃً غیبی پایا تو خراسان سے اپنے دور کے خان اعظم تنگودارخان، (پسر بلاکوخاں) کے پاس جا پہنچے اس وقت خان اعظم شکار سے واپس آ رہا تھا اپنے محل کے دروازے پر ایک گلیم پوش کو دیکھا تو مذاق اڑاتے

ہوئے بولا:

”اے درویش! تیری ڈاڑھی کے بال اچھے ہیں یا میرے کتے کی دم“

قادری درویش نے جواب دیا:

”میں بھی اپنے مالک کا کتا ہوں۔ اگر میں اپنی وفاداری سے اپنے مالک کو

خوش کر سکوں تو میری ڈاڑھی کے بال اچھے ہیں۔ ورنہ تیرے کتے کی دم

اچھی ہے۔ بوی تیری وفاداری کرتا ہے اور تیرے لیے شکار کی خدمت

انجام دیتا ہے۔“

اس انداز گفتگو کا خانِ اعظم تنگوار خان پر بڑا اثر ہوا۔ چنانچہ محل میں لے جا کر قادری درویش

کو شاہی مہمان رکھا۔ فرصت کے وقت آپ کی باتیں سنتا، آپ کی روحانی تبلیغ سے متاثر ہو

کر آخر کار اسلام قبول کر لیا۔ ع

بھلی ساعت میں آئی دولتِ ایمان ہاتھوں میں

مسلمان ہو کر ”تنگوار خان“ نے اپنا اسلامی نام ”احمد“ رکھا۔ چنانچہ اس کا یہی نام

۱۲۸۱ء سے ۱۲۸۴ء تک تاریخ میں آتا ہے۔ خانِ اعظم کے اسلام لانے کے اثرات

سے دوسرے تاناری سرداروں نے بھی اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ اور پھر تو دیکھتے ہی دیکھتے

یہ عالم ہو گیا۔

میں چمن میں کیا گیا گویا دبتاں کھل گیا۔

بلبلیں سن کر مرے نالے غزل خواں ہو گئیں

یہ ہے اسلامی نصرت جو قادری بزرگوں کو حاصل ہوتی جس سے گھر گھر میں روحانیت

کا چراغ روشن ہو گیا اور اسلام کا نور ہر چار طرف دور دور پھیل گیا۔

## ولادت باسعادت کی پیشین گوئیاں

قدرت کے اس انتخاب لاجواب کی خبر سینکڑوں سال پہلے ہی اہل روحانیت کو پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ ہر زمانہ میں بزرگان دین سیدنا غوث اعظم کی آمد آمد کی خبر دیتے رہے ہیں آپ کی تشریف آوری سے دو سو سال پہلے کا یہ تاریخی واقعہ ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن اپنی خانقاہ عالیہ کے اندر مراقبہ میں مشغول تھے کہ یک بیک مراقبہ سے سر اٹھا کر فرمانے لگے:

”مجھے عالم غیب سے اطلاع ملی ہے کہ پانچویں صدی میں ”جیلان“ کے اندر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد اظہار میں سے ”غوث اعظم“ پیدا ہوں گے ان کا نام ”عبد القادر“ اور لقب ”محمی الدین“ ہو گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سے ائمہ کرام اور اصحاب کرام کے علاوہ انہیں اولین و آخرین زمانہ کے ”ہر دلی کی گردن پر میرا قدم ہے“ کہنے کا حق ہو گا۔“

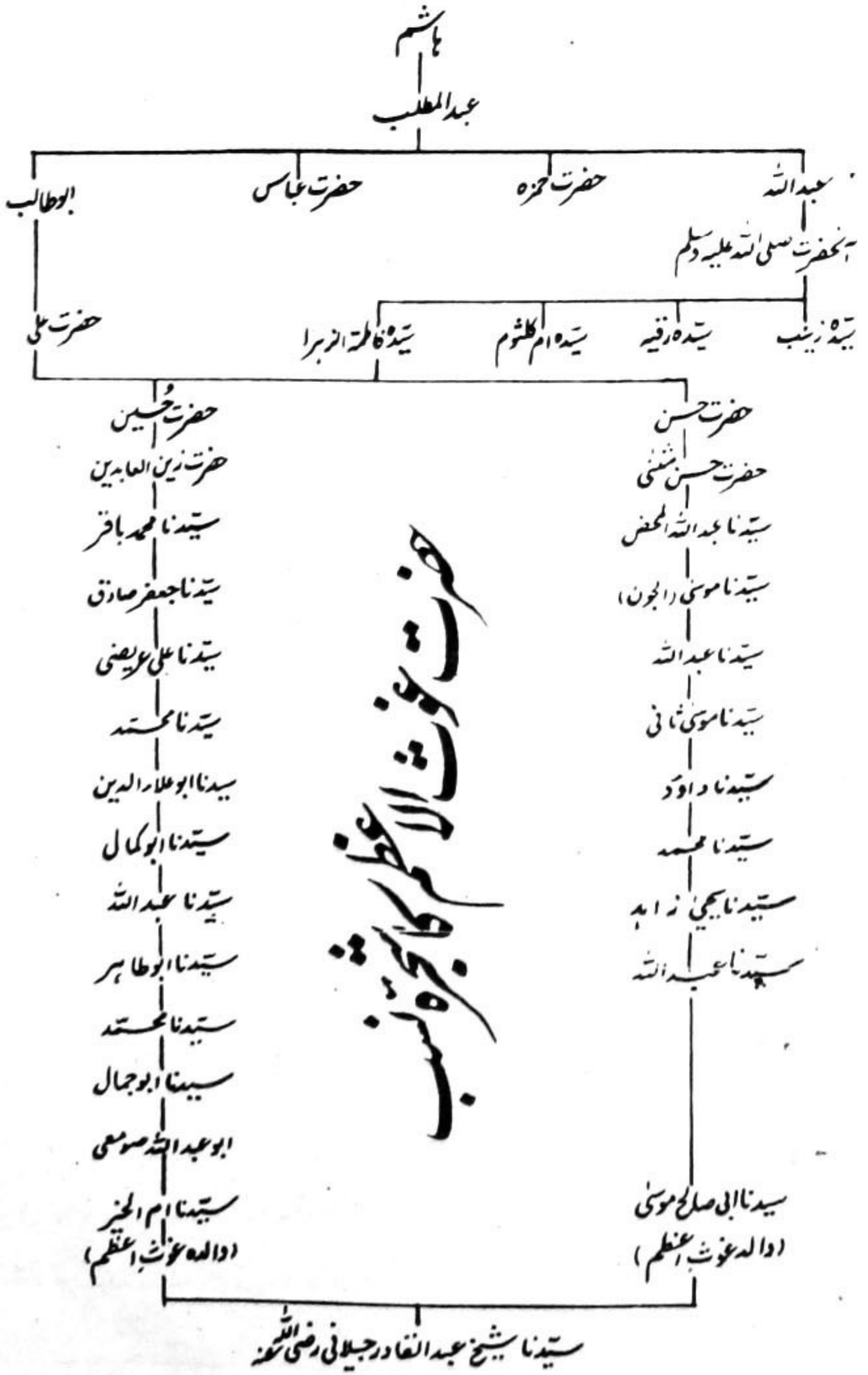
جو دلی قبیل تھے یا بعد ہوئے یا ہوں گے

سب ادب رکھتے ہیں دل میں مرے تائیرا

اپنے زمانہ کے شیخ کامل حضرت عزاز بطایحی رحمۃ اللہ علیہ نے ۴۷۸ھ میں یہ پیشین گوئی فرمائی کہ ”ایک نوجوان سیدنا عبد القادر ظاہر ہو گا۔ اس کی ہیبت سے مقاماتِ ولایت

ظاہر ہوں گے۔ اور اس کی جلالت سے کشف و کرامات رونما ہوں گے۔ وہ حال پر چھا جائیں  
 گے اور محبت خداوندی کی بلند یوں پر پہنچ جائیں گے۔ تمام عالم امکان ان کے حوالے  
 کر دیا جائے گا۔ تمام اسرارِ عالم ان پر ظہور ہوں گے۔ رب تعالیٰ کے حضور ان کی شان  
 اس قدر بلند ہوگی کہ کسی دوسرے ولی اللہ کو نصیب نہ ہوگی۔  
 و نصف تو چہ گویم عنونہ التقلینا  
 محبوب نبی ابن حسن آل حسین!

۱۰ بیچۃ الاسرار



## والدین کا تقویٰ

ایک مرتبہ سید ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ نوجوانی کے عالم میں شہر سے باہر کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ ناگاہ قریب ہی بہتی ہوئی ندی میں تیرتے ہوئے ایک "سرخ سیب" پر آپ کی نگاہ پڑی۔ لپک کر اُسے اٹھایا۔ بھیننی بھیننی خوشبو سے دماغ معطر ہو گیا۔ اسی وقت کاٹ کر نوش فرمایا۔ بعد میں خیال آیا کہ نہ معلوم یہ سیب کس کا تھا؟ اور نہ جانے کس باغ سے ٹوٹ کر ندی میں بہہ کر آ گیا تھا؟ آپ کے تقویٰ پر یہ بات سخت گراں گزری۔ مالک کی اجازت کے بغیر سیب کھالینے کی غلطی نے دل پریشان کر دیا۔ فوراً اٹھے پاؤں آپ اس ندی کے کنارے کنارے واپس ہوتے۔ کسی میل چلنے کے بعد آخر آپ ایک باغ کے قریب پہنچے۔ جس کے اندر سے سیب سرخ کی شاخیں ندی چھکی ہوئی تھیں۔ صورت حال سمجھ میں آگئی۔ باغ کے اندر تشریف لے گئے تو باغ کے مالک سے ملاقات ہوئی۔ جن کا نام زامی حضرت سیدنا عبد اللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جو بڑے پائے کے بزرگ تھے۔ صالح نوجوان کی زبانی جب انہوں نے معافی کی یہ انوکھی کہانی سنی تو جوانی کے عالم میں زہد و تقویٰ کی یہ نشانی دیکھ کر حضرت صومعی کو بڑی خوشی ہوئی۔ صالح نوجوان سے شجرہ نسب معلوم کیا تو حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ تک نور علی نور پایا۔ مسکرا کر فرمایا:

"صاحبزادے! بغیر اجازت سیب کھالینے کی معافی اسی صورت ممکن ہے کہ تم میری معذور بیٹی سے شادی کر لو جو آنکھوں سے اندھی، کانوں سے بہری، منہ سے گونٹی اور پیروں سے لہنجی ہے۔"

سید ابوصالح شش و پنج میں پڑ گئے آخر "احساس تقویٰ" سے مجبور ہو کر راضی ہونا پڑا۔

نکاح کے بعد انہوں نے جب اپنے جملہ سر و سی میں قدم رکھا۔ تو ماحول کو ایک صحیح و سالم نورانی صورت سے منور پایا۔ گھبرا کر آپ اُلٹے پاؤں واپس ہوئے کہ شاید یہ کوئی نامحرم لڑکی آگئی ہے۔ اسی وقت خُسر محترم کے پاس پہنچ کر اپنی پریشانی بیان کی تو حضرت سیدنا عبد اللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مبارک ہو۔ وہ تمہاری ہی زوجہ مطہرہ ہے۔

”میں نے تو اسے اس لیے اندھی کہا تھا کہ اس نے کبھی کسی غیر محرم پر نظر نہ ڈالی۔ بھری اس لیے کہا کہ اس نے کوئی گندی بات آج تک نہ سنی۔ گونگی اس لیے کہ اس نے کبھی بد کلامی نہ کی۔ اور لہنجی اس واسطے کہا کہ اس نے کبھی گھر سے باہر قدم نہ رکھا۔“

یہ تھیں حضرت سیدہ ام الخیر فاطمہ، مشہور و معروف بزرگ سید عبد اللہ صومعی علیہ الرحمہ کی صاحبزادی۔ اور حضرت سیدنا ابوصالح موسیٰ جسکی دوست علیہ الرحمہ کی زوجہ منکوحہ، یعنی سیدنا عوث الاعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ جو اتھائی نیک خصلت پاکیزہ فطرت اور باکرامت خاتون تھیں۔

منظہر ذات کے مظہر ہیں تر متر باقدم  
نور میں نور کی اولاد ہیں عوث الاعظم

## ولادت شریف

گل باغ علی ہو، ثمرہ نخل حسین ہو      حسن کے تم ہو بر خور داریا محبوب سبحانی  
زمرہ ہو حسن کے لعل ہو کانِ حسین کے      علی کے ہو در شہسوار یا محبوب سبحانی

حضرت پیران پیر رضی اللہ عنہ کی ولادت شریفہ یکم رمضان المبارک ۱۰۶۸ھ / ۱۰۶۸ء کو

ایران کے اندر ”بحیرہ خزر“ (کیسپین سی) کے جنوبی ساحل پر واقع قصبہ گیلان (جیلان) میں ہوئی یہ خلیفہ معتدی بامر اللہ کا دور حکومت تھا۔

اس وقت تک ہندوستان میں حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کو وصال کئے ہوئے  
پانچ سال گزر چکے تھے۔

آپ کی ولادت کی رات آپ کے والد ماجد حضرت ابو صالح نے دیکھا۔

آمد آمد اُس سراپا جانِ محبوبی کی ہے

راہ میں آنکھیں بچھائیں گھر کی آرائش کریں

جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام اور اویسائے عظام کے ساتھ  
تشریف لائے ہیں۔ پورا مکان غیبی انوار سے روشن ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
خوش ہو کر فرمایا:

”اے ابو صالح! مبارک ہو! آج اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تجھے وہ  
فرزند عطا ہوا ہے جو شیخ اعظم اور قطبِ زمان ہو گا۔ وہ اللہ کا محبوب  
اور میرا نختِ جگر ہے۔“

بہارِ باغِ یزدانی کے صدقے

رسول اللہ کے جانی کے صدقے (بیدم وارثی)

ولادت کے بعد آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو دودھ پلانا چاہا تو آپ نے مطلق  
دودھ نہ پیا، حتیٰ کہ یوں ہی سارا دن گزر گیا۔ آخر کار مغرب کی اذان ہوتی تو افطار کے وقت  
آپ نے بھی دودھ پنی لیا۔ چنانچہ ساری بستی میں مشہور ہو گیا کہ سادات کے گھر میں ایک ایسا  
بچہ پیدا ہوا ہے جو رمضان شریف میں سارے دن دودھ نہیں پیتا۔

غوثِ اعظم متقی ہر آن میں!

چھوڑا ماں کا دودھ بھی مضان میں



اور پھر اخیر رمضان میں بستی کے مسلمانوں کے اندر عید کے چاند کے متعلق جب اختلاف پیدا ہوا تو لوگوں نے کہا کہ سیدنا ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے معلوم کرو۔ ان کے شیرخوار بچے نے اگر دودھ نہیں پیا تو روزہ ہے اور اگر دودھ پیا ہے، عید ہے۔ گویا کہ آپ شروع ہی سے ہدایت کے نور کا روشن مینارہ تھے۔

مثل خورشید وہ جب جلوہ نما ہوتا ہے

ہر طرف محفل انوارِ بپا ہوتا ہے

سیدنا پیران پیر کی ولادت شریفہ اس وقت ہوئی جب کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا سن مبارک ساٹھ برس ہو چکا تھا اور نعمت اولاد کی توقع باقی نہ رہی تھی۔ اس طرح حضرت کی ولادت شریفہ بھی فضل خداوندی کا جیتا جاگتا ثبوت تھا۔

بچپن اور لڑکپن

آپ کا پورا خاندان، تو ربوبت سے منور تھا۔ آپ کے والدین علم و معرفت کے آفتاب و ماہتاب تھے چنانچہ آپ کی سب سے بڑی تربیت گاہ خود آپ کا گھر تھا۔ آپ نے والدین ہی سے قرآن پاک حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم بھی پائی اس کے بعد جیلان کے مدرسہ میں داخل کر دیے گئے۔

آپ جب کبھی بچپن میں کوئی کھیل کھیلنے کا ارادہ فرماتے تو عجیب سے آواز آتی

إِلَىٰ يَا مُبَارَكٌ (یعنی اے برکت والے میری طرف آ) لہ

اس لیے آپ دیگر لڑکوں کے ساتھ کبھی کسی فضول کھیل میں شامل نہ ہوتے۔ ایک روز آپ باہر نکلے تو گلی میں چھوٹے چھوٹے لڑکوں نے روک کر آپ کو اپنے ساتھ کھیلنے کے لیے مجبور کیا جس کو آپ نے قبول کر کے فرمایا ”اچھا میں کہوں گا لا اِلهَ اِلاَّ هُوَ اور تم سب

إِلَّا اللَّهُ.

چنانچہ آپ کے اس نرالے کھیل سے گلی کوچوں میں کلمہ طیبہ کا ذکر شروع ہو گیا جس سے درود پوار گونج اٹھے۔ بستی والے بچوں کے اس نرالے کھیل کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ کہتے ہیں کہ جب آپ پڑھنے کے لیے مکتب تشریف لے جاتے تو آپ کے ہمراہ فرشتے چلتے اور کہتے "اس ولی اللہ کو بیٹھنے کی جگہ دو"۔

چونکہ آپ کی قوت حافظہ بہت تیز تھی اور آپ فطری طور پر بہت ذہین تھے، اس لیے علم کی منزلیں بڑی تیزی سے طے کرنے لگے۔ لیکن ابھی آپ نے زندگی کی چند بہاریں دیکھی تھیں کہ اچانک ۸۱ھ میں آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا۔ ایسے اس طرح پیسے نانا جان (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی کی سنت بھی پوری ہو گئی۔ حضرت سیدہ ام الخیر فاطمہ کی مانگ اجڑ گئی۔ اگر کوئی اور ماں ہوتی تو ہمت ہار دیتی مگر انہیں تو صبر و استقامت کی دولت حضرت خاتونِ جنت سے ورثہ میں ملی تھی۔ لہذا آپ اپنے دریمیم کا مستقبل سنوارنے میں مشغول ہو گئیں۔ عظیم ماں کی نگرانی میں سیدنا عوث پاک نے تقریباً سترہ سال تک جیلان ہی میں دینی تعلیم حاصل کی۔ لیکن اس سے آگے اعلیٰ تعلیم کا جیلان میں کوئی انتظام نہ تھا۔ اس لیے اعلیٰ تسلیم کے لیے آپ نے بغداد جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ یہ سن کر آپ کی والدہ ماجدہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ بہت ضعیف ہو چکی تھیں، عمر شریف بھی اٹھتر سال کے قریب پہنچ چکی تھی۔ سوچ رہی تھیں کہ اب جیتے جی تو اپنے لختِ جگر کو دیکھنا نصیب نہ ہو گا۔ چنانچہ تڑپ کر سینے سے لگایا اور فرمایا۔ اب قیامت کے روز ملاقات ہوگی۔ یہ کہتے ہوئے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنے لختِ جگر کو خدا کے سپرد فرمایا اس وقت الوداع کہتے ہوئے آپ نے نصیحت فرمائی:

"اے بعد القادر! کبھی جھوٹ نہ بولنا۔"

۱۰ بیہتہ الاسرار ص ۲۱۔ فلائد الجواہر ص ۹۔

۱۱ بیہتہ الاسرار ص ۸۷۔ نزہۃ النیطر ص ۳۳۔ فلائد الجواہر ص ۹۸۔ نعمات الانس فارسی ص ۲۵۱۔

عارفہ و صادقہ ماں کی نصیحت اگرچہ بہت مختصر تھی مگر اس میں تمام دنیا کی نصیحتیں سمٹ آئی تھیں شفیق ماں کی نصیحت پر سعادت مند بیٹے نے تسلیم خم کر دیا۔ اور بغداد روانہ ہو گیا۔ آپ کا قافلہ جب ہمدان کے قریب پہنچا تو کمین گاہوں میں چھپے ہوئے ڈاکوؤں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ یہ قوی ہیکل ڈاکو تھے جو سروں پر مضبوط پشم کی پوسٹن اوڑھے بڑے خوفناک نظر آ رہے تھے۔ اپنے چمکدار نیزے فضا میں لہرا لہرا کر سہمے ہوئے مسافروں کو لوٹ رہے تھے۔ چنانچہ ایک ڈاکو آپ کے پاس بھی آیا اور گرجدار آواز میں بولا لڑکے کیا تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟“ آپ نے بے خوف و خطر سچ بچ بتا دیا ” ہاں! میرے پاس چالیس دینار ہیں!“

لیکن ڈاکو کو اتنے چھوٹے لڑکے کے پاس اتنی بڑی رقم کا یقین نہ آیا۔ چنانچہ وہ آپ کو اپنے سردار احمد بدومی کے پاس لے گیا سردار نے جب صورت حال معلوم کی تو آپ نے صاف صاف بتا دیا ” میری صدری کے استر کے نیچے چالیس دینار سلے ہوئے ہیں!“ جب صدری کو ادھیڑ کر دکھایا گیا تو واقعی پورے چالیس دینار نکلے۔ اس پر سردار نے پوچھا:

” لڑکے کیا تمہیں لٹ جانے کا خوف نہ آیا جو مجھے اپنی رقم کا پتہ سچ بچ بتا دیا۔“

اس وقت سیدنا غوث پاک نے فرمایا:

” جب میں علم دین حاصل کرنے کے لیے اپنے گھر سے رخصت ہونے لگا تو مجھے میری ضعیف والدہ نے نصیحت کی تھی کہ ہمیشہ سچ بولنا۔ بھلا والدہ صاحبہ کی نصیحت کے مقابلے میں چالیس دینار کی کیا حقیقت ہے؟“

آپ کے منہ سے یہ کلمات حق سن کر سردار رو پڑا۔ اور کہنے لگا:

” اے لڑکے۔ شاباش! کہ تو نے اپنی ماں کا وعدہ یاد رکھا۔ اور لعنت ہے مجھ پر کہ میں

اپنے رب کا وعدہ بھول گیا۔“

یہ کہہ کر سردار احمد بدوی نے ڈاکہ زنی سے توبہ کی اور لوٹا ہوا مال قافلہ والوں کو واپس کر

دیا۔ یہ دیکھ کر باقی ڈاکوؤں نے کہا:

”اے سردار! رہزنی میں ہمیشہ ہم تیرے ساتھ رہے۔ اب توبہ میں بھی ہم تیرے

ساتھ ہیں۔“

اس طرح سب کے سب ڈاکو آپ کے سچ بولنے کی برکت سے توبہ کر کے پکے سچے

مسلمان بن گئے۔ ۱۰

رہزن بھی بن گئے ابدال چشم فیض سے

باعث ترقی میں عالم ہے نظام سخوت پاک

جیلان سے یہ چار سو میل کا لمبا سفر اور دشوار گزار راستہ طے

کر کے آپ ۱۰۹۵ء میں بغداد پہنچے۔ یہ عباسی خلیفہ

اعلیٰ تعلیم و تربیت

مستظہر باللہ عباسی کی خلافت کا دور تھا۔ یہاں کوشش کر کے آپ مدرسہ نظامیہ میں داخل

ہو گئے جو اپنے دور کی سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی تھی۔ وہاں عالم اسلام کے قابل ترین

اساتذہ پڑھایا کرتے تھے۔ مگر مشکل یہ تھی کہ بغداد اس دور کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ شہر

تھا جہاں اخراجات کی بھرمار تھی اور آپ کے پاس صرف وہی چالیس دینار تھے جو چند مہینے

میں ختم ہو گئے۔ آخر فاقہ کشی تک نوبت پہنچی۔ آپ فاقوں پر فاقے کرتے رہے مگر صبر کا دامن

نہ چھوڑا۔ آخر فصل کٹائی کا زمانہ آگیا۔ اس زمانہ کا دستور تھا کہ ہر فصل کٹنے کے موقع پر مدرس

کے کچھ طالب علم قریبی گاؤں ”یعقوبہ“ جا کر وہاں کے زمینداروں سے اناج مانگ لاتے

تھے۔ اس بار طالب علموں نے ضد کر کے آپ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا چنانچہ جب آپ اُن

سب طالب علموں کے ساتھ ”یعقوبہ“ پہنچے تو وہاں کے مشہور بزرگ شریف یعقوبی نے

۱۰ تلامذہ الجواہر ص ۹، نغمات الانس ص ۳۵۲، نزہۃ الخاطر الفاتر ص ۳۲، سفیۃ الاولیاء ص ۶۳

آپ کی روشن پیشانی پر آثارِ سعادت دیکھ کر فرمایا:

”بیٹے طالبانِ حق اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتے۔ غلہ

مانگنا تمہارے ثیابانِ شان نہیں۔“

صاحبِ شکر و قناعت، بندہٴ صبر و رضا

فقر میں بھی لوٹتے ہیں بادشاہی کے مزے

خیرات نہ مانگنے کی یہ نصیحت اس وقت آپ کے دل میں ایسی بیٹھی کہ عمر بھر آپ دوسروں

کو بھی سوال کرنے سے منع کرتے رہے۔

لاکھ دینے کا ایک دینا ہے

دل بے مدعا دیا تو نونے

غرض کہ آٹھ سالہ اس تعلیمی دور میں آپ نے تنگدستی اور فاقہ کشی کی ایسی ایسی سخت مصیبتیں

برداشت کیں کہ اگر ان کو بیان کیا جائے تو پتھر کا کلیجہ بھی پھٹ جائے۔

خود آپ کا ارشاد گرامی ہے:

”طالبِ علمی کے دور میں ایسی ہولناک سختیاں میں نے جھیلیں ہیں کہ اگر وہ پہاڑ

پر پڑتیں تو وہ بھی پھٹ جاتا۔ جب ہر طرف سے مجھ پر مصیبتیں ٹوٹنے لگتیں تو

میں زمین پر لیٹ جانا اور پڑھنے لگتا: فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

يُسْرًا (بے شک تنگی کے ساتھ آسانی ہے۔ بے شک تنگی کے ساتھ

آسانی ہے)۔“

ستم ہو یا کرم دونوں کو یکساں وہ سمجھتا ہے

سرعاشقِ درجاناں پہ خم یوں بھی ہے اور یوں بھی

یوں طرح طرح کی مصیبتیں سہنتے ہوئے اور فاقوں پر فاقے کرتے آپ علم دین حاصل کرتے رہے۔

مگر اسی دوران مصیبت پر مصیبت یہ ہوتی کہ ملک میں قحط پڑ گیا۔ قحط اس قدر سخت تھا کہ لوگ درختوں کے پتے تک چاٹ گئے۔ حضرت بھی بھڑے کی تلاش میں دریائے دجلہ کے کنارے جاتے مگر وہاں پہلے ہی لوگوں کا ہجوم ہوتا۔ چنانچہ آپ صبر کر کے واپس چلے آئے۔ کیونکہ پیٹ بھرنے کے لیے لوگوں سے چھیننا، چھیننا آپ کو پسند نہ تھا۔ فاقوں پر فاقے کرنے سے آپ کا چہرہ زرد اور جسم لاغر ہو گیا تھا۔ اسی حال میں ایک بار آپ بغداد کے محلے ”قطیہ شرقیہ“ سے گزر رہے تھے کہ کسی بندہ خدا نے آپ کو ایک پرچہ خیرات دیا جسے دکھا کر آپ نے بازار سے ان دھلوہ حاصل کیا۔ ابھی اسے کھانے کے لیے ایک ویران مسجد میں داخل ہوئے ہی تھے کہ وہاں ایک اور پرچہ نظر پڑا جس پر لکھا تھا:

”خدا کے شیر دنیا کی لذات سے بے نیاز ہوتے ہیں۔“

اسی وقت آپ نے کھانے سے ہاتھ روک لیا اور اسے عیسیٰ فرماں سمجھ کر سارا مان و حلوہ خیرات کر دیا۔ اور خود فاقے کرنے لگے۔

اس خوفناک قحط کی خبر دور دور تک پہنچ چکی تھی۔ چنانچہ جب آپ کی والدہ نے اس جان لیوا قحط کی خبر سنی تو کلیجہ منہ کو آیا۔ اپنے نوز نظر کو امداد پہنچانے کے لیے بے قرار ہو گئیں۔ ادھر آپ فاقوں پر فاقے کر رہے تھے اور زندہ حال ہو کر ایک مسجد میں پڑے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں دم آچکا تھا۔ اتنے میں آپ نے دیکھا کہ ایک عجمی نوجوان کہیں سے بھٹا ہوا گوشت روٹی لے کر مسجد میں داخل ہوا اور ایک طرف بیٹھ کر کھانے لگا۔ آپ کو وہاں دیکھ کر اس شخص نے ضد کر کے آپ کو بھی کھانے میں شریک کر لیا۔ اگلے دن کے بعد جب باتیں ہوئیں تو یہ معلوم کر کے کہ آپ جیلان کے رہنے والے ہیں وہ شخص بولا:

”میں بھی جیلان کے رہنے والا ہوں اور طالب علم عبد القادر کی تلاش میں ہوں۔“

جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ آپ ہی عبد القادر جیلانی ہیں۔ تو وہ بے قرار ہو گیا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ عاجزی سے کہنے لگا:

”بھائی جان! معاف کیجئے میں نے آپ کی امانت میں خیانت کی ہے۔ آپ کی والدہ نے میرے ہاتھ آپ کو آٹھ دینار بھیجے تھے میں نے بہت تلاش کیا مگر آپ نہ ملے اس عرصہ میں میرا بھی جیب خزانہ ختم ہو گیا۔ آخر فاقے سے مجبور ہو کر میں نے آپ کی امانت سے یہ نان گوشت خریداجو آپ نے اور میں نے کھایا۔ اس طرح آپ نے تو اپنا ہی کھانا کھایا مگر میں آپ کا ہیمان بنا۔ خدا را آپ میرا قصور معاف فرمادیجئے!“

عزیز کہ انہی فاقہ مستیوں کے ساتھ ساتھ علم حاصل کرنے کا حوصلہ سہی پر وہ ان چڑھتا رہا۔ آخر کار ”مدرسہ نظامیہ“ میں آپ کی آٹھ سالہ طالب علمی کا سائنس ترین دور ختم ہوا اور پھر وہ دن بھی آیا جب آپ کے سہرا قدس پر دستارِ فتیلت سجائی گئی۔ اس طرح علومِ دینیہ میں آپ کامل ہو گئے۔

۱۔ فتاویٰ الجواہر ص ۹۔ ۱۰۔ طبقات البکری ج ۱ ص ۱۲۹۔ جامع کرامات الاولیاء ج ۲ ص ۲۰۲۔ مخفل نامہ

گیارہویں شریف ص ۵۶۱۵۵۔

(۱) ابو زکریا یحییٰ بن علی بن الخطیب البزری (۲) ابو الوفا علی بن عقیل البغدادی (۳) ابو بکر احمد بن المنظر (۴) ابو غالب محمد بن حسن الباقلائی (۵) شیخ حماد الدباس (۶) انصاری  
ابو سعید مبارک بن علی الخرمی السبلی (۷) شیخ ابو الخطاب کلکوندانی (۸) ابو البرکات طلحہ  
العاقول (۹) ابو القاسم محمد بن علی بن میمون (۱۰) ابو عثمان اسماعیل بن محمد اصبہانی (۱۱)  
ابو دلاہر عبد الرحمن بن احمد (۱۲) ابو منصور عبد الرحمن القراری (۱۳) ابو بکر بن منطصہ  
(۱۴) ابو القاسم بن بنان (۱۵) ابو محمد جعفر السراج (۱۶) ابو طالب بن یوسف (۱۷) ابو سعید بن حبیب  
ان کے علاوہ ان علماء کرام کی تعداد بے شمار ہے جن سے آپ نے فقہ حدیث، تفسیر کلام اور دیگر علوم  
دینیہ حاصل کیے۔

شیوخ  
اور  
ساتذہ

## مُرشدِ کامل کی تلاش

مجھے دونوں جہاں کا راج مل جائے جو ہاتھ آئے

تمہارے در کی در بانی، محی الدین جبریلانی ! (بیدم وارثی)

یہ عجیب بات تھی کہ ظاہری علوم سے آراستہ پر استہ ہو کر بھی آپ کی بے قرار طبیعت کو سکون قلب نصیب نہ ہوا۔ دماغ روشن ہو گیا تھا مگر دل مطمئن نہ ہوا۔ کتابیں تو ہر شخص چاٹ سکتا ہے مگر اس طرح عشق الہی کی دولت نہیں پاسکتا۔ عرفان الہی تو اہل دل کا حصہ ہوا کرتا ہے چنانچہ شروع میں آپ کچھ گھبرائے۔ سوچا کہ بغداد چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں۔ لیکن کہاں جائیں؟ اس عرصہ میں والدہ محترمہ اللہ کو پیاری ہو چکی تھیں اس لیے وطن میں آپ کے لیے کوئی کشش باقی نہیں رہی تھی چنانچہ اب آپ کا فطری سوز و گداز کسی عارف کامل کی تلاش میں رہنے لگا۔ اس وقت شہر بغداد فتنہ و فساد کی آماجگاہ اور لہو و لعب کی کین گاہ بنا ہوا تھا۔ یہاں کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہ تھی۔ آخر ان بیودہ ہنگاموں سے دل برداشتہ ہو کر ایک دن کلام پاک بغل میں دیا اور بغداد چھوڑ کر صحرا کا راستہ لیا۔ ابھی تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ کسی غنسی طاقت نے آپ کے پاؤں پکڑ لیے۔ آواز آئی:

”عبدالقادر! یہاں سے مت جا۔ خلق خدا تجھ سے فیض پائے گی۔“

آپ نے فرمایا:

”مجھے خلق خدا سے کیا واسطہ؟ مجھے تو اپنے دین کی سلامتی چاہیے!“

آواز آئی:

”نہیں! نہیں! تمہارا یہاں رہنا ضروری ہے۔ تمہارے دین کو کوئی نقصان



نہ پہنچے گا۔“

اس طرح آپ بغداد چھوڑنے سے باز رہے مگر ساتھ ساتھ یہ دعا بھی کرتے رہے:  
 کہ ”اے اللہ تعالیٰ کسی پیر کامل سے ملا دے جو میری پوری پوری رہنمائی کر سکے۔“ غرض کہ ایسے  
 ہی خیالات میں عرق ایک روز آپ بغداد کے ایک کوچے سے گزر رہے تھے کہ کسی شخص  
 نے اپنے مکان کا دریچہ کھول کر کہا:

”اے عبد القادر کل کہاں جا رہے تھے؟“

پلٹ کر دیکھا تو وہ نور کا ہیو لاجھپ چکا تھا۔ اچانک یہ سوال سُن کر آپ کو سخت  
 حیرت ہوئی آخر آپ سمجھ گئے کہ یہ کوئی بیچھے ہوئے بزرگ تھے۔ چنانچہ آپ اُن کی تلاش میں رہنے  
 لگے۔ آخر ایک دن آپ نے انہیں پا ہی لیا۔

یہ تھے ”شیخ حماد بن مسلم“ بغداد کے اہل دل حضرات کا مرجع خاص :-  
 شیخ کو دیکھتے ہی آپ اُن سے لپٹ گئے۔ انہوں نے بھی بڑی شفقت فرمائی۔ اور اپنی  
 محفل میں بیٹھنے کی اجازت دے دی۔ مگر بعد میں بڑی بے رُخی دکھانے لگے۔ آخر ایک دن تو  
 فرمانے لگے:

”تم تو مولوی ہو۔ درویشوں کے پاس بھلا تمہارا کیا کام؟ اب یہاں سے چلتے نبو!“  
 مگر جھڑکیاں کھانے کے باوجود آپ برابر شیخ کی محفل میں حاضر ہوتے رہے۔ شیخ  
 ڈانٹ ڈپٹ کر کے آپ کی اصلاحِ نفس کرنے رہتے۔ ایک دن شیخ نے محسوس کیا کہ دوسرے  
 اہل محفل بھی آپ پر لعن طعن کرتے ہیں۔ اس پر شیخ نے اہل محفل کو سخت لہجہ میں فرمایا:  
 ”نادانو تمہیں کیا معلوم کہ عبد القادر آفتاب بن کر تمام جہان میں چمکنے والا ہے اور  
 تم اس کے مقابلے میں چراغوں کی طرح ٹمٹا کر رہ جاؤ گے۔ یہ اس کی ریاضت کا  
 زمانہ ہے۔ میں تو اس کی تربیتِ نفس کی خاطر ایسا سخت رویہ اختیار کرتا ہوں  
 مگر تمہیں کسی طرح حق نہیں پہنچتا کہ عبد القادر کو کچھ کہو!“

شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقاتوں نے آپ کے دل میں عشق الہی کی آگ کو خوب بھڑکایا۔ آخر مشاہدہ حق کے شوق نے آپ کو سخت مجاہدوں پر اکسایا۔ چنانچہ محلہ کرخ کے ایک ویران مکان کو آپ نے اپنی چلہ گاہ بنایا۔ بارہ برس تک مسلسل آپ یہاں چلہ کشی کرتے رہے۔ اس دوران تمام دن روزے سے رہتے۔ شام کو دریائے دجلہ کے کنارے چلے جاتے۔ جہاں پر اگے ہوئے ساگ پات سے آپ افطار فرماتے۔ اب آپ پر ہر وقت ایک خاص کیفیت طاری رہنے لگی۔ بعض اوقات تو ایسی محویت طاری ہوتی کہ لوگ آپ کو مردہ سمجھ کر کفن و دفن کا انتظام شروع کر دیتے۔ بعد میں آپ کلمہ طیبہ پڑھ کر اٹھ بیٹھتے۔ ایک دفعہ تو آپ پر جوش و مستی کا ایسا عالم طاری ہوا کہ آپ دوڑتے ہوئے بغداد سے سینکڑوں میل دور "شستر" کے مقام تک پہنچ گئے۔ غرض کہ اس طرح پچیس سال تک آپ عشق الہی میں سرشار عراق کے جنگلوں میں مارے مارے پھرتے رہے۔ زندگی کے پہلے دور میں عشق الہی کی جو چنگاری آپ کے دل میں رہی تھی وہ بھڑک کر اب پوری طرح شعلہ بن چکی تھی۔ جو کام آپ کو بعد میں انجام دینا تھا اس کے لیے بھی ضروری تھا کہ آپ کشف و وجدان کی منزلوں کو سر کر لیں۔ باطنی قوتوں سے مسلح ہو کر جب میدان عمل میں آئیں تو شیطان قوتوں کا مقابلہ کامیابی سے کر سکیں۔ ادھر ابھی قوتوں نے جب آپ کی روحانی ترقی دیکھی تو غصہ سے بھننا اٹھیں۔ انہیں اپنی موت سامنے نظر آنے لگی۔ چنانچہ اپنی تمام تر خباثتوں کے ساتھ وہ حضرت کے ایمان و عمل کے منارہ نور سے ٹکرائیں! لہ

باطل کی قہر سامانیوں سے بٹھنے کے لیے قدرت نے آپ  
**شیطان سے مقابلہ** کی خاص طریقہ پر تربیت فرمائی تھی۔ باطنی قوتوں اور روحانی  
 اسلحہ سے آراستہ کر کے قدرت نے آپ کو میدان عمل میں بھیجا تھا۔ ہر چند کہ آپ کو حق کے  
 راستے سے ہٹانے کے لیے ابیسی طاقتیں حملہ آور ہوتی رہتی تھیں مگر آپ اللہ تعالیٰ کی رحمت

سے محفوظ رہتے تھے۔ آخری بار آپ نے یہ دیکھا کہ ابلیس زمین پر بیٹھا آہ وزاری کر رہا ہے اور اپنے سر پر خاک ڈال رہا ہے۔ آپ کو دیکھ کر بولا:

”اے عبد القادر۔ تو نے تو مجھے بالکل ہی مایوس کر دیا ہے۔“

آپ نے فرمایا:

”اے شیطان ملعون۔ میں تجھ سے نمد کی پناہ مانگتا ہوں۔“

اس نے کہا:

”یہ بات تو میرے لیے اور بھی سخت ہے۔“

اس کے بعد شیطان نے آپ کے چاروں طرف مکر کے جال اور فریب کے پھندے پھیلا دیے اور بولا کہ ”یہ دنیا کے جنجال میں جو میں تجھ جیسے اللہ والوں کے آس پاس پھیلا دیتا ہوں ان میں پھانس کر انہیں زیر کر لیتا ہوں۔“

روایت ہے کہ آپ ایک سال تک ان شیطانی پھندوں کو توڑنے میں مشغول رہے شیطان کا سب سے بڑا حملہ آپ پر نہایت حیرت انگیز طریقہ پر ہوا۔ کہتے ہیں کہ ایک دن آپ عبادت میں مشغول تھے کہ زمین سے آسمان تک تیز روشنی پھیل گئی۔ اور پھر اس روشنی میں سے ایک صورت ظاہر ہوئی جس نے بڑی گرجا آواز میں آپ سے کہا:

”اے عبد القادر۔ میں تیرا رب ہوں تیری عبادت و ریاضت سے خوش

ہو کر میں نے تجھ پر فرائض کو معاف کر دیا اور حرام چیزوں کو حلال کر دیا۔

لہذا اب جو چاہے سو کر۔“

غوث الاعظم فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس

عالی مرتبہ کے پھر عبادت کے پابند رہے۔ ان کو عبادت کی تکلیف سے معافی نہ ملی۔ تو اور کوئی اس سے کیونکر آزاد ہو سکتا ہے۔

اس لیے میں نے لا حول پڑھا تو وہ روشنی فوراً غائب ہو گئی اور اندھیرا پھیل گیا وہ  
شکل جو ظاہر ہوئی تھی دھواں بن گئی۔ پھر اس سے آواز آئی:

”اے عبد القادر! تیرے علم سے بد چلایا۔“

جاتے جاتے شیطان کا آپ پر یہ آخری وار تھا جس کا آپ نے فوراً جواب دیا کہ:

”اے مردود! علم نے نہیں بلکہ مجھے تو میرے مولا کی رحمت نے بچایا ہے۔“

یہ سن کر ابلیس اپنا سر پیٹنے لگا کہ اب تو میں آپ سے قطعی مایوس ہو چکا ہوں اور آئندہ

آپ پر وقت ضائع نہ کروں گا۔ اس پر آپ نے فرمایا:

”دور ہو جا مردود۔ میں تیری کسی بات کا اعتبار نہیں کرتا اور ہمیشہ تیرے مکر سے

اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔“

اپنے اس دور میں آپ نے بڑے سخت مجاہدے کیے۔

## پیر کامل سے بیعت

عبادت و ریاضت کا کوئی ایسا طریقہ نہ تھا جو سیدنا

عوث الاعظم اپنے اوپر لازم نہ کیا ہو چنانچہ آپ نے بغداد کے باہر ایک دیوان برج میں

مسل گیا۔ یہ سال چلاکشی میں گزارے۔ آخری چلے میں آپ نے عہد کر لیا تھا کہ میں اس

وقت تک کچھ نہ کھاؤں پیوں گا جب تک کوئی آکر خود اپنے ہاتھ سے نہ کھلائے گا۔ چنانچہ

اس طرح مسلسل چالیس روز تک آپ نے کچھ نہ کھایا پیا۔ آخر کار شہر بغداد کے مشہور صاحب

طریقیت بزرگ قاضی القضاة شیخ ابوسعید مبارک مخزومی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو اپنے دست

مبارک سے کھانا کھلایا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

شیخ کے ہاتھ سے جو لقمہ میرے منہ میں پہنچا تھا اس سے میرے دل میں

نور معرفت پیدا ہوتا تھا۔“

۱۔ طبقات البکری ج ۱، ص ۱۲۴۔ فلاذ الجواہر ص ۲۱، ۲۰۰۱۔ ہیجۃ الاسرار ص ۸۶، ۸۵۔

اس کے بعد شیخ کے ہاتھ پر آپ نے بیعت طریقت کر لی۔ تزکیہ نفس کی تمام منزلیں۔  
تو پہلے ہی طے ہو چکی تھیں چنانچہ بہ کمال مہربانی شیخ نے اب اپنے ہاتھ سے خرقة دلایت  
پہنایا اور فرمایا:

”اے عبدالقادر۔ یہ خرقة جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
علی کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا تھا۔ انہوں نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ  
کو عنایت کیا تھا اور ان سے دست بستہ مجتہد تک پہنچا ہے۔“  
سرکارِ غوث پاک نے جوں ہی اس خرقة مبارک کو زیب تن فرمایا۔ انوار و تجلیات کے سمندر  
امنڈ پڑے اور کیف دہندہ کا عالم طاری ہو گیا۔

خرقة دلایت سے نواز کر شیخ نے ہدایت فرمائی کہ اب صحرا نوردی چھوڑ کر محرابِ دمنبر  
کی رونق بڑھائیے۔ چنانچہ اس کے بعد شیخ نے انہیں خود اپنے مدرسے میں صدر المدین منقرہ  
کر دیا اور خود گوشہ نشین ہو گئے۔ چنانچہ آپ نے شیخ کے مدرسہ ہی میں قیام اختیار فرمایا جہاں  
سات دن شیخ سے راز دنیا کی باتیں ہوا کرتی تھیں۔ روحانی ترقی کے ساتھ ساتھ دین کی اشاعت و  
ترویج کا کام بھی خوب زور و شور سے ہوتا رہا۔

کرتے ہیں اس طریق سے ہم طے رہ سلوک  
سر اس کے آستان پہ قدم رہ گزر میں ہے

## درس و تدریس

قادری جام سے پی آج مدینہ کی شراب  
میر مینا نہ بسنداد ہیں غوث الاعظم

آپ کے صدر مدرس ہونے کے بعد ہزاروں طلباء پر دانوں کی طرح مدرسہ میں جمع ہو گئے یہاں آپ روزانہ چودہ علوم کا درس دیتے تھے۔ اس طرح آپ کے بے شمار شاگرد فارغ التحصیل ہو کر تمام عالم اسلام میں پھیل گئے اور ہر طرف اسلامی تعلیمات کا نور پھیلنے لگا۔ حضرت نے پورے بیس برس یعنی ۱۹۰۵ء سے ۱۹۲۱ء تک علوم دینیہ سے لوگوں کو مستفیض فرمایا۔ اس سے پیشتر کہ اللہ پاک نے آپ کو تاج ولایت پہنایا۔ آپ علم طاہر کے آفتاب بن کر چمک رہے تھے۔ آپ کے دل و زبان سے علم و حکمت کے نورانی چشمے ابل رہے تھے۔ آپ اپنے مدرسے میں درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کے کام میں مشغول رہتے تھے۔ تمام دنیا اسلام سے آپ کے پاس استفسار آیا کرتے تھے جن پر آپ کی آخری رات سے طلب کی جاتی تھیں۔ آپ نے ایک بھی ایسی نہ نزاری جس رات آپ کے پاس ایسے دینی سوالات نہ آئے ہوں اور ان پر آپ نے غور نہ کیا ہو اور پھر ان پر آپ نے اپنی رات سے ثبت نہ کی ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ دوپہر سے پہلے اور بعد دونوں وقت تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اصول اور نحو پڑھایا کرتے تھے۔ اور ظہر کے بعد قرأتوں کے ساتھ قرآن پاک پڑھنا سکھایا کرتے تھے۔

مختلف مدارس کے طلباء جو مختلف علوم میں تحصیل کر کے آتے وہ بھی آپ کے کثرت علوم سے فائدہ اٹھاتے۔ اس کے علاوہ جمید علماء کرام، فقہاء عظام بھی آپ کے حلقہ درس میں جمع ہوتے تھے۔ آپ کے حلقہ سے علم و عمل کے مٹھی استفادہ کرتے تھے۔

آپ کے شاگردوں کو اللہ پاک نے آپ کے فیض سے قول و فعل اور تصنیف و تالیف میں بڑی مدد دی اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ اس طرح آپ کی آواز آفاق عالم میں نشر ہونے لگی۔ حتیٰ کہ تمام مخلوق آپ کے کمال کا اعتراف کرنے لگی۔

۱۔ طبقات البکری ج ۱، ص ۱۲۴۔ قلائد الجواہر ص ۳۸۰، ۶  
 ۲۔ طبقات البکری ج ۱، ص ۱۲۴۔ ہیجۃ الاسرار۔ اخبار الانبیاء فارسی ص ۱۱۴، ۱۵۔ مطبوعہ دیوبند۔  
 قلائد الجواہر ص ۳۸۰، ۱۸۔

اپنے وقت کے عارفانِ کامل شیخ بقا بن بطو، شیخ علی بن لمبتی اور شیخ ابو سعید  
قیلومی رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ کے مدرسہ عالیہ کے دانشور پر جھاڑ دیا کرتے تھے یہ

مشائخ جہاں آئیں بہر گدائی

وہ ہے تیری دولت سراغوثِ الاظم

مزید یہ کہ آپ کے مدرسے کی گھاس کھلنے اور مدرسے کے کنوئیں کا پانی پینے کی برکت

سے بغداد والوں کو طاعون کی وبا سے شفا ملی حاصل ہوتی ہے۔

آپ کے دور کے بڑے بڑے علماء و مشائخ جب آپ کی خانقاہ پر حاضر ہوتے تو چوکھٹ

کو چومتے تھے

بہ زینے کہ نشان کف پانے تو بود

سالہا سجدہ صاحب نظران خواہد بود

ابن قدامہ علیہ الرحمۃ کا بیان ہے :  
"میں نے کسی شخص کی آپ سے بڑھ کر دین کی وجہ سے تعظیم ہوتے نہیں دیکھی"

اللہ کی دین ہے جسے دے

میراث نہیں کسی کی نیک نامی

۱۔ تحفہ قادریہ ص ۶۶ - بہجۃ الاسرار ص ۱۲۰ -

۲۔ تفریح المناظر ص ۳۲ - ۳۵ -

۳۔ بہجۃ الاسرار ص ۱۶۰ -

۴۔ تاریخ دعوت و عزیمت، از ابوالحسن ندوی ص ۱۸۳ -

# رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت

اے عارف دین عبد القادر      اے بوج و فا کے نقش جلی !  
اے فقر کے سرکار تاج شہی      اے قطب جہاں دیوں کے ولی !

(شاعر لکھنوی)

بیس سال تک آپ درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ آخر ۱۴۲۱ھ میں  
۱۲۲۰ھ کی دوپہر کو آپ آرام فرما رہے تھے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ سرور کائنات  
صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں:

”بیٹا۔ عبد القادر! تم عوام کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے؟“  
عرض کیا:

”آقائے دو جہاں! میں عجمی ہوں۔ فصحاءے عرب کے سامنے کیسے زبان  
کھولوں؟“

اس پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن آپ کی زبان مبارک میں لگایا  
اور نہ بیا: ”اب جاؤ اور عوام کو وعظ و نصیحت کرو“

اس طرح آپ نے اس ابدی کمال کو چھویا جس کے لیے آپ کو قدرت کی طرف سے  
تیار کیا جا رہا تھا۔

آپ جب خواب سے بیدار ہوئے تو ظہر کا وقت تھا۔ نماز ادا فرما کر آپ منبر پر تشریف



لے گئے اب جو آپ نے وعظ شروع کیا تو دریائے فصاحت امنڈنے لگا۔ حاضرین کے دل اثر و نفوذ سے پگھلے جا رہے تھے۔ پھر تو یہ عالم ہوا :

ۛ میں چمن میں کیا گیا گویا دبستان کھل گیا

آپ کی مجلس وعظ میں بغداد کے نواحی علاقوں کے لوگ کشان کشان آکر کثیر تعداد میں شریک ہونے لگے حتیٰ کہ آپ کی شہرت عراق سے نکل کر عرب و شام اور ایران تک جا پہنچی۔ سامعین کی کثرت کے سبب مدرسہ کے صحن میں تل دھرنے کو جگہ نہ رہتی، لوگ سڑکوں پر بیٹھ جاتے۔ آخر کار اس پاس کے مکانات شامل کر کے مدرسہ کو وسیع کر دیا گیا۔ لیکن سامعین کی تعداد جب اس سے بھی زیادہ فزوں ہو گئی تو آپ کا منبر شہر سے باہر عید گاہ کے وسیع میدان میں رکھوا دیا گیا۔ آپ کی مجلس میں ایک ایک وقت میں چار چار سو دو تین شہادہ کی گئیں جو آپ کے مواظفہ حسنہ کے لکھنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں یہی سبب ہے کہ ہزار سال بعد بھی آج ہمارے اس دور میں سیدنا سخوت الاعظم رضی اللہ عنہ کے تفصیلی وعظ اور مقالے کثرت سے کتابی صورت میں دستیاب ہیں۔ اس وقت تتر ستر ہزار سامعین آپ کے وعظ سننے کے لیے موجود ہوتے تھے اور لطف کی بات یہ کہ آپ کی آواز نزدیک و دور سب کو یکساں طور پر سنائی دیتی تھی۔ تقریر کی تاثیر کا یہ عالم تھا کہ لوگ دھاریں مار مار کر روتے اور بے ہوش ہو جاتے تھے بہت سے دیوانے ہو کر جنگل کو نکل جاتے اور کچھ لوگ تو ٹرپ ٹرپ کر مڑتی جاتے تھے۔ کبھی کبھی آپ کے وعظ کے وقت فضا سے رونے کی آوازیں آتی تھیں بعض اوقات حاضرین مجلس اپنے ہاتھ جب فرش پر رکھتے تو ان لوگوں پر پڑتے جو بظاہر نظر آتے تھے۔ اپنے دستور العمل کے مطابق آپ رشد و ہدایت کا کام بہر حال جاری رکھتے تھے حتیٰ کہ اگر آپ کا کوئی بچہ بھی فوت ہو جاتا تو بھی آپ تبلیغ دین ترک نہ فرماتے۔ آخر کار لوگ جنازہ لے آتے تو آپ منبر سے اتر کر نماز جنازہ پڑھا دیتے۔

آپ کی مجلس میں دور کے لوگ بھی آپ کے وعظ سے ویسا ہی اثر لیتے تھے جیسے قریب

وایے جب آپ منبر پر کھڑے ہوتے تو احتراماً حاضرین بھی کھڑے ہو جاتے جب آپ حاضرین کو خاموش کرتے تو ساری مجلس پر سکوت طاری ہو جاتا کہ سانس کی آواز سنائی دیتی۔ نہ صرف عوام بلکہ بے شمار اکابر، مشائخ اور علماء آپ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ نیز امراتہ وزیر اور خلیفہ تک آپ کی مجلس میں ادب سے سر جھکا کر بیٹھتے تھے۔ خطابت میں ایسا زور پایا تھا کہ آپ کی زبان مبارک سے واقعات سن کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔

حضرت ناصح چلو نہ اس کی بزم ناز تک

یہ تو ہم خود بھی نہ سمجھے مبتلا کیوں ہو گئے

سیدنا سخاوت پاک رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و مقبولیت جب اس قدر بڑھ گئی تو ابو محمد مفرح

بن شہاب شیبانی علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ: "بغداد کے علماء و فضلاء کی ایک جماعت آپ کا امتحان لینے کی نیت سے آئی ان میں ایک سوفیہ تھے جن پر اہل بغداد کو کامل اعتماد تھا ابھی وہ سب آکر بیٹھے ہی تھے کہ

کہتے تھے کہ یوں کہتے یوں کہتے جو وہ آنا

سب کہنے کی باتیں ہیں کچھ بھی نہ کہا جانا

معا میں نے دیکھا کہ حضرت کے سینہ مبارک سے نور پھوٹنا شروع ہوا جس کو دیکھتے ہی دیکھتے علماء وقت کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں حتیٰ کہ وہ سب دیوانے ہو کر بیٹھنے لگے اور اپنے کپڑے پھاڑنے لگے۔ انہوں نے اپنی پگڑیاں اتار کر پھینک دیں اور آپ کے قدموں پر اپنے سر رکھ دیے مجلس میں ان کی چیخ و پکار سے ایسا شور برپا ہوا کہ میں نے خیال کیا کہ زلزلہ آگیا ہے۔ آخر حضرت کو ان کی حالت زار پر رحم آیا سب کو معاف فرمایا پھر ایک ایک کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگایا اور بتایا کہ "تمہارا سوال یہ تھا اور اس کا جواب یہ ہے" اس

واقعہ سے سارے بغداد میں کہرام مچ گیا۔ جب علماء سے میں نے خود حقیقت حال معلوم کی تو انہوں نے بتایا کہ ہم جب مجلس میں جا کر بیٹھے تو ہمارا علم سلب ہو گیا۔ اور جب آپ نے سینے سے لگایا تو علم کی روشنیاں واپس آگئیں۔ سوالات کے جو جوابات آپ نے مرحمت فرمائے وہ اس قدر مدلل تھے کہ اس سے پیشتر ہمارے ذہن میں بھی نہ تھے۔<sup>۱</sup> اس طرح آپ نے عقل کے ماروں کی جب اصلاح نفس کی اور بغداد کے عشرت کہوں کے سامنے جب معرفت و صداقت کی اذان دی تو عالم اسلام کی ساری فضائل و خوبیوں سے گونج اٹھی۔ جو کس کے پیاریوں پر عصائے عوالت کا وار خالی نہ گیا۔ ہر طرف کھل بلی مچ گئی۔ لہو و لعب کی زندگی بسر کرنے والوں نے نور کے اس سیلاب کو دیکھا تو ان کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔

۷ چمک کے ابر سے عالم پہ گر پڑی بجلی

یہ کس نے پردے سے جھانکا ذرا خبر لانا

چنانچہ بغداد جو کچھ عرصہ پہلے سیدہ کاری کے غلیظ اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا، ہدایت کا مینارہ نور بن کر عوام الناس کی تمام تر توجہات کا مرکز خاص بن گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی کوئی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں کوئی یہودی یا نصرانی اسلام قبول نہ کرتا ہو یا کوئی گنہگار و بدکار قتل و غارتگری سے توبہ نہ کرتا ہو۔ آپ کے روحانی انوار کی تاثیر سے ایک لاکھ فاسق و فاجر راہ راست پر آئے۔ ہزاروں بد مذہب داخل اسلام ہوئے۔ آپ کی زندگی ہی میں آپ کے مرید و حانیت کی مشغلے کر عراق، شام، حجاز اور تمام عالم میں پھیل چکے تھے اور اپنے نور باطن سے دلوں کی دنیا جگمگا رہے تھے۔ اس طرح مسلسل نصف صدی تک آپ نے فیض روحانی لٹایا اور عالم اسلام کو منور فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دین میں از سر نو جان

ہر گئی اور وہ دوبارہ زندہ ہو گیا ہے

آں محی الدین حق، عین نبی، تلمیذین حق  
عالم آئین حق، شاہ عبد القادر است

محی الدین

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے مکی و مدنی زندگی کے زمانہ تبلیغ کی سنت نورانی کے عین مطابق، حضرت غوث الاعظم کی تیس سال میں ہر طرح کی ظاہری و باطنی تکمیل فرما کر اللہ پاک نے "محی الدین" کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

"محی الدین" کے معنی ہیں دین کو زندہ کرنے والا، مجددین کی فہرست میں ابتداء سے لے کر اب تک بہت سے حضرات کے اسمائے گرامی پائے جاتے ہیں۔ مگر "محی الدین" کا لقب کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ آپ کے وجود مسعود سے اسلام کو بے حد تقویت پہنچی۔

چنانچہ "ہ" کا یہ مشہور واقعہ تو زبانِ روحِ خاص و عام ہے کہ ایک دن حضرت غوث الاعظم کہیں تشریف لیے جا رہے تھے کہ آپ نے راستہ میں ایک خستہ حال بوڑھے کو دم توڑنا دیکھ کر آپ نے سہارا دیا تو آنا فنا صحت یاب ہو کر وہ جوانِ رعنا بن گیا۔ اور کہنے لگا کہ "میں آپ کے نانا کا دین ہوں آپ نے سہارا دے کر مجھے نئی زندگی بخشی ہے۔ آپ "محی الدین" ہیں۔"

چنانچہ اس شخص کو وہیں چھوڑ کر آپ جامع مسجد تشریف لے گئے وہاں جو شخص سب سے پہلے آپ کو ملا۔ اس نے دیکھتے ہی آپ کو "یا سید محی الدین" کہہ کر پکارا اور پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو چاروں طرف سے لوگ "محی الدین" کہتے ہوئے آپ کی دست بوسی کے لیے دوڑ پڑے۔ اس طرح بہت جلد دنیا نے دیکھ لیا کہ آپ کی نورانی تعینات

۵۲  
 سے دین اسلام میں واقعی جان پڑ گئی۔ چنانچہ سارے عالم اسلام میں آپ بالمتفقہ طور پر  
 ”محمی الدین“ تسلیم کر لیے گئے۔

دین اسلام کو نئی زندگی بخشنے کے سلسلے میں آپ کے شاندار  
 کارنامے یادگار زمانہ ہیں جن کا اختصار درج ذیل ہے۔

## اسلام کی حیات نو

عالم اسلام میں ایک عرصہ دراز سے ”شریعت و طریقت“  
 کا اختلاف چلا آرہا تھا۔ جس کے ختم ہونے کی کوئی  
 صورت نظر نہیں آتی تھی جس طرح بچے جوانوں کے

## شریعت اور طریقت کے اختلاف کا خاتمہ

جذبات کو نہیں سمجھتے اس طرح جو کامل درجہ کا مذہبی شعور نہیں رکھتے وہ اہل طریقت کی قلبی  
 واردات کو نہیں سمجھ سکتے۔ چنانچہ اعتراض کرنے لگتے ہیں۔ بس یہیں سے شریعت اور  
 طریقت کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے جس کو سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہایت  
 بالغ نظریٰ اپنی اعلیٰ علمیت اور نورانی شخصیت کے زور سے دور کیا۔ یہ آپ کا لازوال و  
 بے مثال کارنامہ ہے۔ اس سلسلے میں تاریخ آپ کا کوئی مد مقابل پیش نہیں کر سکتی۔ ہر چند  
 کہ اپنی بڑھی چڑھی ہوئی روحانیت، اعلیٰ درجہ کی علمیت اور خاص و عام میں شہرت و مقبولیت  
 سے فائدہ اٹھا کر کسی وقت بھی خود ”اہم وقت“ ہونے کا دعویٰ کر سکتے تھے۔ لیکن  
 یہ آپ کی اعلیٰ طرفی بھٹی کہ اپنی تمام صلاحیتوں کے باوجود آپ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کی عمر بھر تقلید کرتے رہے۔ اور پھر جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ حنبلی مسک، شریعت  
 کے ظاہری پہلو پر سختی سے عمل کرتا ہے۔ چنانچہ آپ شریعت کے ظاہری پہلو پر سختی سے  
 عمل کرتے رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالم اسلام میں کوئی ایک شخص بھی آپ پر ”الحاد“ کا الزام  
 نہیں لگا سکتا تھا۔

۱۔ قلائد الجواہر ص ۵، نفحات الانس ص ۲۶۰، بیچۃ الاسرار ص ۵۵، ۵۴، خزینۃ الاصفیاء ج ۱، ص ۹۴۔  
 سفینۃ الاولیاء ص ۶۱، نزہۃ الجنی طر الفاتر ص ۵۱۔

اس کے علاوہ علم شریعت کے سب سے اعلیٰ منصب پر بھی آپ فائز تھے۔ اس لیے وقت کا کوئی بڑے سے بڑا مفتی آپ کے علم و عمل پر اعتراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کا خوشگوار نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی نورانی شخصیت اہل طریقت کے لیے قدرتی ڈھال بن گئی۔ چنانچہ اہل شریعت آپ کے مریدوں پر بدعتی ہونے کا الزام نہیں لگا سکتے تھے جس کا خوشگوار نتیجہ یہ ہوا کہ اہل شریعت کے اعتراضات میں آہستہ آہستہ کمی آتی چلی گئی۔ انتہا یہ کہ انہوں نے صوفیائے کرام کو اپنا روحانی مرشد تسلیم کر لیا اور دوسری طرف یہ ہوا کہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی پیروی میں اہل طریقت نے بھی ظاہر شریعت کا احترام اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اس طرح آپ کی نورانی ذات کی برکات سے شریعت و طریقت کا اختلاف ختم ہو گیا۔ شریعت و طریقت کی ہم آہنگی دین و ملت کی فلاح و بہبود کے لیے نہایت خوش آئند ثابت ہوئی۔

ان کا پیرواں قدم ہنسا نہیں اسلام سے

کس قدر مضبوط و محکم ہے نظام غوث پاک

غوث الاعظم کے ذریعہ معتزلہ کی بربادی | فرقہ معتزلہ مسلمانوں کو "مادہ پرستی" کی ترغیب دے رہا تھا۔ وہ لوگ ہر بات

میں عقل کا دخل روار کھنٹے تھے اور فلسفہ پر پورا پورا بھروسہ کرتے تھے مگر

فلسفی کو بحث کے اندر خدا ملتا نہیں

دور کو سلجھا رہا ہے اور سیرا ملتا نہیں!

کے مصداق وہ نہیں سمجھتے تھے کہ بعض چیزیں ماورائے عقل و فہم بھی ہوا کرتی ہیں خصوصاً روحانی کیفیات اور قلبی واردات کو تو عقل سے قطعی نہیں سمجھا جا سکتا۔ ذہن انسانی میں ہر حقیقت کی سمائی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ

جو حد عقل میں آئے خدا وہ ہو نہیں سکتا

یہی سبب تھا کہ علم کی آخری حدوں کو چھونے کے بعد نبی حبیب امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے عقل کی

رہنمائی کو ناقص پایا تو نسکین قلب کے لیے تصوف ہی کو رہنما بنایا جس کے زور سے ان کی تخریروں میں ایسا اثر آیا کہ عقل کے ماردوں کو لاجواب ہونا پڑا مگر اس سے بڑھ کر زمانہ تو ایک ایسی نورانی شخصیت کو بالمشافہ دیکھنے کا مشتاق تھا جس کی ذات میں شریعت کا علم اور تصوف کا عمل پوری طرح ڈھل گیا ہو جس کی زندگی شریعت و طریقت کا حسین سنگم ہو جس کی زیارت سے دل اور دماغ دونوں روشن ہو جائیں، عقل اس کے حضور عاجزی کرے، کائنات اس کے اشاروں پر چلے، اس کی نظر سے خرمن کفر پر بجلی گرے، چنانچہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک ایسی ہی بھرپور شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا نظر اٹھا کر دیکھنا ہی ہر سوال کا جواب تھا، ان کا مسکرا دینا ہی ہر مشکل کا علاج تھا، ان کی گفتگو سے مردہ دل زندہ ہو جاتے تھے، وہ خاموش ہوتے تو معرفت کی خوشبو سے دماغ ہلک جاتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عالم اسلام میں آپ کے وجود مسعود کی برکت سے "مادہ پرستی" کے دور کا کبیر خاتمہ ہو گیا، معتزلہ اس طرح مٹ گئے کہ ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ | آپ کے ہاتھوں افضیت کی شکت

نے جب تبلیغ دین کا کام شروع کیا

تو اس وقت رافضیت اپنے پورے عروج پر تھی۔ اس کی دہشت پسند شاخ "نزاری" کے فدائی ہر جگہ اکابر اہل سنت کا خون بہا رہے تھے اور مصر میں تو ان ظالموں کی خطرناک "اسماعیلی حکومت" قائم ہو چکی تھی جس کے بل بوتے پر وہ ہر جگہ حقانیت کا کلا گھونٹ رہے تھے۔

ایسے پر آشوب دور میں اہل سنت و جماعت کے ایجنٹ سے آواز سنی بلند کرنا گویا اپنی موت کو دعوت دینا تھا۔ مگر سیدنا غوث پاک نے دین کی سر بلندی کے لیے بے خوف و خطر وہ سب کچھ کیا جو کوئی نہ کر سکتا تھا۔ شیعیت و رافضیت کا بنیادی عقیدہ یہ ہے کہ ہر قسم

کی سرداری کا حق صرف ایک ہی خاندان کو حاصل ہے۔ اس عقیدہ کی تبلیغ کے سلسلے میں اہل بیت اطہار کا مقدس نام سونے پر سہاگے کا کام کرتا تھا۔ سیدھے سادے عام مسلمان اس حسین جال میں پھنس کر اپنا ایمان تک گنوا بیٹھتے تھے۔ لیکن یہاں تو سیدنا عوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود نجیب الطرفین حسنی حسینی سید تھے۔ آپ کے ہوتے ہوتے کسی کی جرات نہ بھتی کہ امامت کا دعویٰ کر سکے۔ آپ کی نورانی شخصیت کے مد مقابل کوئی تھا ہی نہیں۔ نہ علم و فضل میں، نہ زہد و تقویٰ میں اور نہ ہی اصل و نسل میں!۔

اس دور میں تو سب سے زیادہ آپ خود ہی امامت کے مدعی بننے کے حقدار تھے مگر آپ تو حقانیت کے ایسے علمبردار نکلے کہ آپ نے اپنی ذات کو کیسے نظر انداز کر دیا۔ اور اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ خاص کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا وہی ہیں ایک دریا اور دو عالم ان کی موجیں ہیں انہیں کو ابتدا سمجھے انہیں کو انتہا جانے!

سیدنا عوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سب سے بڑا کارنامہ "سلسلہ قادریہ" کا جاری کرنا ہے۔ یہ کام بھی

آپ نے قرآن کے عین مطابق انجام دیا۔ جیسا کہ خود اللہ پاک فرماتا ہے:

يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

"ہمارا نبی۔ لوگوں کے سامنے (ہماری) آیتوں کی تلاوت کرتا ہے اور ان کے (دلوں کا) تزکیہ (صفائی) کرتا ہے اور انہیں (اللہ کی) کتاب اور حکمت (الہی) کی تعلیم دیتا ہے۔"

گویا اللہ پاک اعلان فرما رہا ہے کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ فیض اثر سے دلوں کی سیاہی اور ریتوں کی خرابی دور ہو جاتی ہے۔ قلب پاک و صاف ہو کر نور و عدت سے روشن ہو جاتا ہے۔



چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے

مراد ل بھی چمکا دے چمکانے والے

جس کا فوری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ رذائل خود بخود رذائل ہو کر فضائل میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور بندے پر باطنی اسرار کھل جاتے ہیں، پوشیدہ علوم سے آگاہی حاصل ہوتی ہے نور الہی ہر قدم پر رہنمائی کے لیے موجود ہوتا ہے۔ انوار رسالت سے فیض یاب ہو کر بندہ جب اس مقام تک پہنچتا ہے تو اس کا دل عشقِ الہی لذت پاکر جلد سے جلد وصالِ حق حاصل کرنے کے لیے تڑپنے لگتا ہے جس کے حصول کے لیے رب تعالیٰ نے اپنے نام "کو وسیلہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسی کے عین مطابق سلسلہ قادریہ کی ابتدا "ذکر الہی" سے ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ "اسم الہی" کے ذکر کی برکت سے شیطانی وسوسے از خود دور ہو جاتے ہیں۔ اور دل و دماغ انوار الہی سے معمور ہو جاتے ہیں۔ آخر کار روح لطیف "اسم" سے بڑھ کر "مسمیٰ" کو پالیتی ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ فکر و مراقبہ کی مشقیں جاری رہتی ہیں جس سے دل و دماغ پوری قوت کے ساتھ معشوقِ حقیقی کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں۔ یہ توجہ سالک کو "اسم الہی" سے بڑھ کر "ذات الہی" سے قریب کر دیتی ہے۔

دل کو خیال یار نے محسوس کر دیا

ساعز کو رنگِ باد نے پر نور کر دیا

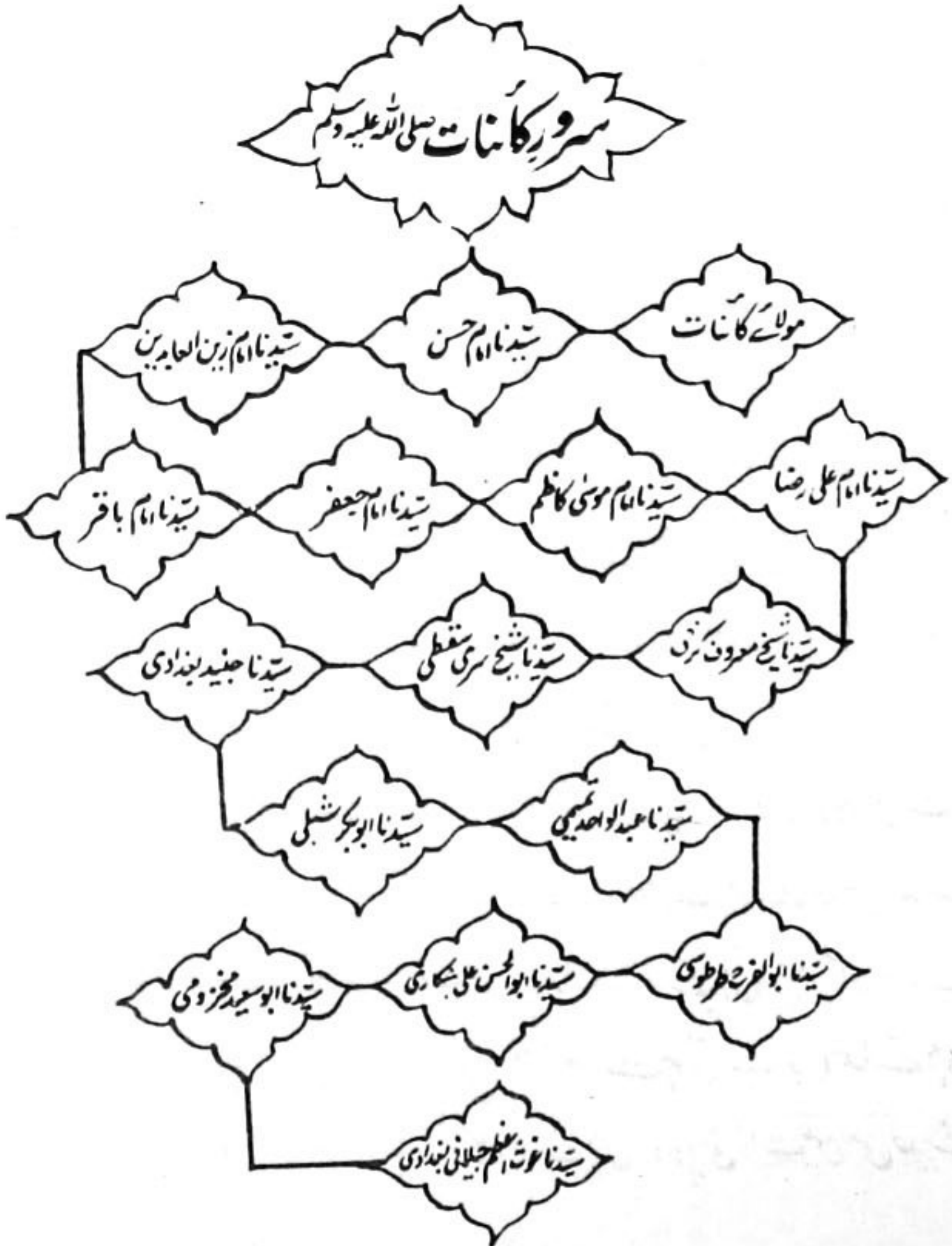
اس کے بعد مراقبہ نفی اور پھر نفی اللفظی کرائے جاتے ہیں۔ اس طرح ذکر و فکر کے ذریعے سالک اپنی ذات کی نفی (انکار) کر دیتا ہے۔ پھر "انا" (خودی) نفی کر رہی ہے اس کی بھی نفی کر دیتا ہے۔ اس طرح انسانی روح پاک و صاف ہو کر روحِ کائنات سے اس طرح مل جاتی ہے کہ طالب و مطلوب میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ محبوب و محب ایک ہو جاتے ہیں۔

ذکر و فکر کے مندرجہ بالا دونوں طریقے "سلسلہ قادریہ" کے خاص راستے ہیں جن پر چل کر

بہت جلد منزلِ مراد مل جاتی ہے۔ اس قدر جلد کامیابی کسی اور طریقہ میں نظر نہیں آتی لے  
 زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے  
 انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے وہ چمکاری

لے ماخوذ از حضرت عزت الاعظم "مولفہ پروفیسر ملک محمد عنایت اللہ۔"

## شجرہ عالیہ قادریہ



# غوث الاعظم

ہے جہاں معرفت میں احترام غوث پاک اللہ اللہ کتنا ارفع ہے منقام غوث پاک

غوث الاعظم انہی کو کہتے ہیں ! ان کا رتبہ ہے پیر پیراں کا !  
یہ وسیع و عریض کائنات کسی نظام کے ماتحت چل رہی ہے۔ اس خفیہ نظام سے  
آگاہ صرف اولیاء اللہ ہوتے ہیں۔

جس طرح دنیاوی حکومتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ کہیں ٹیکس لیے جا رہے ہیں تو کہیں  
مال گزارتی وصول ہو رہی ہے۔ کہیں پولیس ملازموں کو پکڑ رہی ہے تو کہیں عدالتوں کے  
ذریعے سزا دی جا رہی ہے۔ کہیں سرحدوں پر فوج جمع ہے تو کہیں اندرون ملک جنگی مشینیں  
ہو رہی ہیں لیکن یہ سب حکومت کا ظاہر ہے۔ حکومت کا "باطن" تو ان خفیہ بند کمروں میں  
پوشیدہ ہے جہاں ارباب حکومت نظام مملکت چلانے کے لیے پالیاں مرتب کرتے  
ہیں جو صیغہ راز میں رہتی ہیں اور تمام لوگ ان سے قطعی لاعلم ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح مالک  
الملک جن بندوں کو اپنا راز دار بناتا ہے بس وہی حوادث کے باطن کی خبر رکھتے ہیں۔ ان میں  
"ابدال" (اللہ کے خاص کارندے) ہوتے ہیں جن کی روحانی لطافت ہر جگہ ان کے مثالی  
جسموں کو ظاہر کر دیتی ہے۔ ان میں "اقطاب" (اللہ کے نوازے ہوئے خاص بندے)  
ہوتے ہیں جو کارخانہ قدرت کے سربتہ نظام کے راز دار ہوتے ہیں۔ پھر ان سب میں  
"غوث" (اللہ کے خاص الخاص بندے) کی ممتاز شخصیت ہوتی ہے جو "اسمائے الہی" کی  
جامع ہوتی ہے۔ اس پر تمام مظاہر قدرت آشکار ہوتے ہیں۔ وہ اپنی ذات میں اس حدیث قدسی

کے مصداق ہوتا ہے جس میں حق تعالیٰ فرماتا ہے:

”بندہ لگاتار نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اسے اپنا محبوب بنا لیتا ہوں۔ اور جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کا منہ بن جاتا ہوں جس سے وہ کلام کرتا ہے اور میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ کسی چیز کو پکڑتا ہے۔ اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔“

جب کسی کو اس درجہ قرب خداوندی حاصل ہو جاتا ہے تو پھر وہ ”غوثِ وقت“ کی حیثیت سے حقیقتِ حال کا اس طرح اظہار کیوں نہ کرے:

”مجھے عشق نے وصلِ حبیب کے جامِ پلائے۔ اور میں نے شرابِ محبتِ الہی سے کہا کہ میری طرف آ!“

”میں معرفتِ الہی کے سمندروں کا تیراگ ہوں۔ میری نظریں محفوظ پر رہتی ہے۔“

”جو رازِ الہی مجھے معلوم ہے اگر میں اسے سمندوں کے سامنے بیان کروں تو وہ (ہیبت سے) خشک ہو جائیں!“

اگر میں اپنا بھید پہاڑوں پر ظاہر کروں تو وہ (برداشت نہ کر سکیں اور) ٹوٹ پھوٹ کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اگر میں اپنا پوشیدہ علم کسی مُردے پر ظاہر کروں تو وہ قدرتِ الہی سے زندہ ہو جائے۔“

جو راہ معرفت میں کاروانِ دل قدم رکھے  
تو ساری کائنات اُڑ جائے گردِ کاروانِ ہو کر

## قصیدہ غوثیہ اور علما کرام و پیرانِ عظام کا اعترافِ غوثیت

وہ ممتاز ہستی جو "غوث الاعظم" کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو سے حق ہے کہ وہ میخانہ قدرت میں معرفت کے جام لٹھاتے ہوئے تحسینِ نعمت کے طور پر اس طرح اعلان فرمائے:

"اے ابدالو، اے قطبو، اے غوثو آؤ! اے میرے بچو آؤ! اور ایسے سمندر سے فیض حاصل کر لو جو بے کنار ہے۔ آؤ اور میری کچی کھچی شراب پی لو اور سرشار ہو جاؤ!"

اس مے کدے میں مٹی ہے روحانیت کی مے  
اس مے کدے سے کوئی بھی پیسا نہ جائیگا

حقیقت یہ ہے کہ یہ حق کی آواز بھنی جس پر تمام پیرانِ عظام اور اولیائے کرام نے بے لیک کہا۔ حتیٰ کہ آپ کے فیضِ رسانی کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت شاہ ابوالمعالی قادری (المتوفی ۱۶۱۵ھ) رب تعالیٰ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ:

گر کے واللہ بہ عالم از مئے عرفانی است  
از طفیل شاہ عبد القادر گیلانی است

یہ نا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصیدہ غوثیہ شریف میں حقیقتِ حال کا اس طرح اظہار فرمایا:

"میں نے "سعادتِ کبریٰ" پالی ہے۔ میں "امر الہی" ہوں۔ تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کی "حجت" ہوں، آسمانوں اور زمینوں میں میرا ڈنکا بچ رہا ہے۔ تمام

شہر میرے حکم کے ماتحت ہیں،  
اس دعوے کی تائید میں خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمہ  
ارشاد فرماتے ہیں :

یا غوثِ اعظم نورِ بدائے مختارِ نبی، مختارِ حُسنِ  
سلطانِ دو عالم، قطبِ مٹی حیراں ز جلالت، ارض و سما  
سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا :

”میں اللہ تعالیٰ کی روشنی کی ہوئی گم ہوں۔ میں احوال کو سلب کر سکتا ہوں۔  
مستقدمین کے سورج غروب ہو گئے۔ مسگر میرا سورج بلندی اور عظمت کے  
آسمان پر ہمیشہ جلوہ ریز رہے گا۔ انسان اور جن سب کے مشائخ ہوتے ہیں  
مگر میں ”شیخِ کل“ ہوں۔“

اس کا اعتراف کرتے ہوئے سرگروہ علمائے ہند حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی  
رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

”بے شک تمام جن دانش آپ کی پناہ ڈھونڈتے ہیں۔ میں نے بھی آپ  
کی پناہ لی ہے بلکہ مجھے آپ کی عنایتِ خاص نے خود طلب فرمایا ہے۔ ورنہ  
مجھے اس کا کچھ شعور نہ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مجھے آپ کی قوتِ جاذبہ نے خود  
کھینچ لیا ہے۔ میرا اس میں کچھ مقدور نہ تھا۔ چنانچہ اب میں آپ کے در پہ پڑا  
ہوں۔ مجھے قبول کیجئے یا رد کر دیجئے، آپ مختار ہیں؟“

تمہاری محبت ہمارا ہے ایساں  
دل دجاں ہے تم پر فنا غوثِ الاعظم  
(اکاوش)

لے اخبار الاخبار فی اسرار الابرار۔

سیدنا عنوث الاعظم اعلان عام فرماتے ہیں:

”میں مرد خدا ہوں۔ میری تلوار سنٹی ہے؛ میرا نیزہ شانے پر ہے۔ میرے نیزے

صحیح مقام پر مار کرتے ہیں۔ میرا گھوڑا چاق و چوبند ہے۔ میں ایسا بحر بے کراں

ہوں جس کا کوئی ساحل نہیں۔ میں اپنے آپ سے ماوریٰ گشت کو کرتا ہوں۔ مجھے اللہ

نے اپنی نگاہ خاص میں رکھا ہے، مجھے دوسروں پر قیاس نہ کرو۔ مجھے میرا رب

فرماتا ہے: ”اے عبد القادر! تمہیں میری قسم ہے یہ چیز کھالو۔ تمہیں میری قسم

ہے یہ چیز نی لو۔“ جب میں گفتگو کرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ بات پھر کہو

مجھے اپنی قسم! تم سچ کہتے ہو: ”اللہ کے حکم سے میں نے“ احکاماتِ قدریہ“ کو

درست کہا ہے۔ میں تمہاری دنیا و عاقبت ایک لمحہ میں ختم کر سکتا ہوں۔“

اس طرح حضرت عنوث الاعظم نے اپنے خدا و ادکمالات کا ”تحدیثِ نعمت“

کے طور پر ”قصیدہ عنوثیہ“ میں ذکر فرمایا ہے۔ اسی لیے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت عنوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ان دعوؤں کی تائید و توثیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”حضرت عنوث الاعظم کی اصل نسبت ”نسبتِ اولیہ“ ہے جس میں نسبت

سکینہ کی برکات شامل ہیں۔ اس مقامِ محبوبیت کے ذریعہ ایسی تجلیاتِ الہی

کا ظہور ہوتا ہے جن کی انتہا نہیں۔ اسی وجہ سے حضرت عنوث الاعظم نے

کلماتِ فخریہ فرماتے ہیں۔ ”اہمات“

چنانچہ ”قصیدہ عنوثیہ“ میں آپ کا ارشاد ہے کہ:

”میں قربِ الہی کی بارگاہ میں تنہا ہوں۔ یہ اسی رب کا تصرف ہے۔ میرا رتبہ

تم سب سے برتر ہے اور ہمیشہ کے لیے برتر ہے۔“

اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کی تائید وقت کے بڑے بڑے علماء و مشائخ

کرتے آئے ہیں۔ چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ کے سردار حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۳۹۸ھ) آپ کے ارشادات کی تائید میں یوں رطب اللسان ہیں :

” بادشاہ ہر دو عالم، شاہ عجم القادر است

سرورِ اولادِ آدم، شاہ عجم القادر است“

اور جب اُدھر سیدنا عوث الاعظم نے فرمایا :

” میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوں۔ زمین پر ان کا وارث ہوں“

تو اُدھر سرگروہ سہروردیان ہند حضرت بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

(المتوفی ۱۲۶۶ھ) نے فوراً تصدیق فرمادی :

” دستگیر بے کساں و چارہ بے چارگاں !

شیخ عجم القادر است، آن رحمۃ اللعالمین“

اُس طرف سیدنا عوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے سوال کیا :

” بتاؤ تمام اولیاء اللہ میں علم کے لحاظ سے اور حالات کے بدلنے

میں کبھی جیسا کون ہے؟“

اور اس طرف سے سب ایک زباں ہو کر جواب دیتے ہیں :

” بے شک ہم میں آپ جیسا کوئی نہیں“

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے :

” جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہ سے ظاہر ہوئے

ویسے خوارق ان میں کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔“

شیخ ابوالبرکات رحمۃ اللہ علیہ اعتراف فرماتے ہیں :

” حضرت عوث الاعظم کے اذن و اجازت کے بغیر کوئی ولی ظاہر اور



باطن میں تصرف نہیں کر سکتا۔

علامہ عبد القادر الابلی کا ارشاد گرامی ہے:

” ہر زمانہ میں تمام قطب، غوث اور اولیاء اللہ آپ کی ذات بابرکات

سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔“

حضرت مولانا روم علیہ الرحمۃ سیدنا غوث الاعظم کے بلند بانگ دعوں کی توثیق کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

” فقیر کہتا ہے کہ ”قصیدہ غوثیہ شریف“ بھی اسی مقام قرب کی ایک

خوددار آواز ہے جس کو غوث اعظم کے باطنی احوال کی اجمالی تفسیر سمجھنی چاہیے۔“

چنانچہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے وثوق سے بانگ دہل

اغلان عام فرمایا ہے:

” جس شخص نے اپنے آپ کو میرے ساتھ منسوب کیا اور میرے عقیدت

مندوں میں شامل ہوا۔ اللہ پاک اسے قبول فرما کر اپنی رحمت سے نوازتا ہے۔“

مزید آپ فرماتے ہیں:

” زمانہ خوف زدہ ہے مگر میرے ندیموں کو کوئی خوف نہیں، میرے

سارے محبین جنت میں داخل کیے جائیں گے، یہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے

وعدہ کیا ہے۔“

اور لطف یہ کہ اس وعدے پر سب نے یقین کیا چنانچہ شیخ محقق عبد الحق محدث

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۶۴۲ھ) اپنے اسی یقین کا اس طرح اظہار فرماتے ہیں:

غوثِ اعظم، دلیلِ راہِ یقین      بالیقین رہبرِ اکابرِ دین  
 اوست در جملہ اولیاء ممتاز      چوں پیمبر، در انبیاء ممتاز  
 در دو عالم با دست امیدم      بہت باو امید جاویدم  
 دنیا بھر کے تمام عشاق سے مخاطب ہو کر حضورِ غوثِ پاک نے فرمایا:  
 "مملکتِ عشق کے تمام شکر میرے قبضہ و تصرف میں ہیں۔ میں جس کو جہاں  
 ڈال دوں وہاں سے بل نہیں سکتا۔"

مرجا عزت و کمال حضور!

جلالِ خدا، جلالِ حضور!

اور سبھی اولیاء اللہ نے آپ کے اس دعوے کی توثیق کی ہے چنانچہ شرابِ عشق و  
 محبت میں مست و است حضرت مخدوم صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۹۱ھ) میخانہ  
 غوثِ الاعظم رضی اللہ عنہ پر جانے لکھتے ہیں:

من آدم تو پیش تو، سلطانِ عاشقان      ذات تو بہت، قبلہ ایمانِ عاشقان

در ہر دو کون، جز تو کسے نیست دستگیر      دستم بگیر از کرم، اے جانِ عاشقان

خواجہ خواجگان خواجہ معین الدین چشتی اجمیری در بارِ غوثِ الاعظم میں یوں سپاس

لکھتے ہیں:

یا غوثِ اعظم، نورِ ہدایے مختارِ نبی، مختارِ خدا

سلطانِ دو عالم، قطبِ علی، حیرانِ جلالِ حق سبحانہ

صدق، ہمہ صدیق و شفیق، در عدل و عدالت جس عمری

اے کانِ جیسا عثمان منشی، مانند علی با جود و سخا

در بزمِ نبی، عالی ثنائی، ستارِ عبودیت مریدانی

در ملکِ ولایتِ سلطانی، اے منبعِ فضل و جود و سخا

چو پائے نبی شد تاجِ مسرت، تاجِ ہمہ عالم شد قامت

اقطابِ جہاں در پیشِ درت افتادہ چو پیشِ شاہِ وگدا

گردِ ادمِ مسیح بہ مردہ رواں، دادی تو بدین محمد جاں!

ہمہ عالم "محی الدین" گویاں، بر حسن و جمالت گشتہ فدا

قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی چشتی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۸ھ)

دربارِ عنوث الاعظم میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں:

قبلہ اہل صفا، حضرت عنوث ثعلبیں دستگیر ہمہ جا حضرت عنوث ثعلبیں

بے نواختہ ولم نیست کسے آنکہ دیدہ نحتہ راجز تو دو، حضرت عنوث ثعلبیں

خاک پائے تو بود، روشنی اہل نظر دیدہ راجز ضیاء، حضرت عنوث ثعلبیں

مردہ دل گشتہ ام و نیا، تو محی الدین است مردہ رازندہ نما، حضرت عنوث ثعلبیں

ارضِ دکن میں خانوادہ چشتیہ کے چشم و چراغ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز چشتی

رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۲۲ھ) بارگاہِ عنوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یوں التجا فرماتے ہیں:

یا قطب، یا عنوث اعظم، یا ولی، روشن ضمیر

بندہ ام، تابندام، جز تو ندارم دستگیر

بر در درگاہِ والا، بسا تم یا آفتاب

خاطرِ ناشاد را کن شاد یا پیرانِ پیر

عز منکہ اپنے اپنے وقت کے ہر ولی، ہر عارف، ہر قطب اور ہر عنوث نے حضرت

عنوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی عظمت کے گن گائے ہیں:

زمانہ بھر کے خبیس کیوں نہ جان دیں اس پر

چلن اسی سے تو سیکھا ہے دلربائی کا

آپ کے خوشہ چینیوں میں وقت کے بڑے بڑے علماء کرام سے لے کر اپنے دور کے

صوفیائے عظام تک شامل ہیں چنانچہ مجددِ اعظم، امامِ اہلسنت حضرت احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۲۰ء) اس طرح اظہارِ عقیدت فرماتے ہیں:

کیوں نہ "قاسم" ہو کہ تو "ابن ابی القاسم" ہے

کیوں نہ "قادر" ہو کہ "مختار" ہے "بابا" تیرا

علمائے دیوبند کے پیڑپرینت حاجی الحرمین حضرت امداد اللہ محدث، مہاجر کی علیہ الرحمۃ

اس طرح مناجات کرتے ہیں:۔

خداوند ابجی شاہ جیلاں      محی الدین - غوث و قطبِ دہراں

بکن خالی مرا از ہر خیالے      و لیکن آں کہ زو پیدا است حالے

علمائے دیوبند کے سرخیل مولوی نانوتوی صاحب درغوث الوراے پریوں امداد

طلب ہیں:

بددکر "غوثِ اعظم" بے کسوں ہم سے غریبوں کی  
چھڑائے بغیر تیرے کون، دستِ لعنِ شیطان سے لے

# اولیائے کرام پر فوقیت

وَدَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ كَأَنَّهُ سَاءَ تَجْمِيرٍ

بول بالا ہے تیرا، ذکر ہے اونچا تیرا

سائنس کی دنیا میں نیوٹن اور آئن سٹائن بہت مشہور ہوئے ہیں۔ حالانکہ ان کا زمانہ ریاضی کے استادوں سے بھرا پڑا تھا۔ پھر بھی وہ اپنے عہد کے بانی مہمانی کہلاتے۔ ان کے ذہنوں سے علم کا دھارا کچھ اس طرح پھوٹا کہ دوسروں کو ان کا عطا کیا ہوا علم سیکھنا پڑا۔ آخر کار ان کے زمانے کے استادوں کی گردنیں ان کے سامنے احتراماً جھک گئیں اور اسی پر بس نہیں بلکہ آج اگر کوئی آئن سٹائن سے آگے بھی نکل جائے تو بھی وہ اس کے احسان کا جوا اپنی گردن سے نہیں اتار سکتا۔

پس اسی اصول کے مطابق عالم روحانیت میں سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے معرفت الہی کی ان اعلیٰ منزلوں کو سر کر لیا تھا جن تک پہنچنے کے لیے اب سیدنا غوث پاک کی امداد از بس ضروری ہے۔ آپ نے اپنی جدوجہد سے دریائے معرفت سے ایسے انمول موتی نکالے ہیں جنہیں دوسرے لوگ صرف انہیں کے مقدس ہاتھوں سے لے سکتے ہیں چنانچہ برآنے والا ولی، سیدنا غوث الاعظم ہی کے زیر سایہ ہوگا۔ ولایت کا منصب اس وقت تک مل ہی نہیں سکتا، جب تک کہ سیدنا غوث الاعظم سے نسبت پیدا نہ کی جائے یہی وجہ ہے کہ دنیا آج بھی آپ کو ”پیران پیر“ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

”غوث الاعظم“ انہی کو کہتے ہیں؛

ان کا رتبہ ہے ”پیر پیراں کا“

لے ماخوذ از ”غوث الاعظم از پروفیسر محمد عنایت اللہ“

## قاسم ولایت

سخت ایمان کی ہیں اصل رسول عربی  
قصر ایقان کی بنیاد میں غوث الاعظم

علامہ عبد القادر الابرار رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں کہ :

مذہب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ولی بناتا ہے تو حکم فرماتا ہے کہ اسے میرے محبوب  
پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پیش کرو، جب وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش  
کیا جاتا ہے تو حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اسے میرے بیٹے سید عبد القادر  
کے پاس لے جاؤ تاکہ وہ اس کی صلاحیت دیکھیں کہ یہ ولایت کے منصب کا مستحق ہے کہ  
نہیں۔ جب ارشاد وہ دربار غوث میں پیش کیا جاتا ہے، پس اگر حضرت غوث الوری نے  
رضی اللہ عنہ اس کو منصب ولایت کے لائق سمجھتے ہیں تو اس کا نام دفترِ محمدیہ میں لکھ کر  
مہر لگا دیتے ہیں۔ پھر اسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور  
غوث الاعظم کی تحریر کے مطابق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم لکھا جاتا ہے۔ پس اس  
عہدے پر آپ قیامت تک فائز رہیں گے۔ اور ہر زمانہ میں تمام قطب، غوث اور اولیاء اللہ  
آپ کی ذات بابرکات سے مستفیض ہوتے رہیں گے۔" لے

حضرت مجدد الف ثانی کی تائید | بعد میں اس قول کی تصدیق میں حضرت امام  
ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی

فاروقی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں :

"حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اسی راہ (ولایت) سے واصل ہونے والوں کے پیشوا

ہیں۔ گویا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قدم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ہے اور حضرت فاطمہ زہرا و حضرات حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس مقام پر ان کے ساتھ شامل ہیں۔ ان کے بعد یہ منصب بالترتیب بارہ اماموں کو پہنچا رہا۔ یہاں تک کہ نوبت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ تک پہنچی اور یہ مرتبہ آپ کو مل گیا۔ مذکورہ بالا اماموں اور حضرت شیخ قدس سرہ کے درمیان کوئی شخص اس مرتبہ پر نہیں ہے۔ اب جس قدر فیوض و برکات تمام قطبوں اور ولیوں کو پہنچتے ہیں، آپ ہی کے ذریعہ پہنچتے ہیں۔ ان کے مرکز فیض کے بغیر "ولایت" کا منصب کسی کو نہیں مل سکتا۔" ۱

کس گلتاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز  
بول بالا ہے ترا ذکر ہے ادسچا تیرا!

## قدم پاک برگردن اولیاء

۵ جس کا منبر بنیں گردن اولیاء  
اس قدم کی کرامت پہ لاکھوں سلام (رضا بریلوی)  
سیدنا غوث اعظم کی وہ سب سے بڑی کرامت جس کی وجہ سے آپ دنیائے ولایت  
کے بادشاہ تسلیم کیے گئے، یہ ہے کہ ایک مرتبہ اپنے مہمان خانہ واقع "محلہ حلبہ" کی  
ایک مجلس میں آپ پر دوران و عظا حالت کشفی طاری ہو گئی اور آپ نے فرمایا:  
"قَدِمِي هَذَا عَلَى رَأْسِي كُلِّ وَابِي تَلَّهُ"  
(میرا قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے)

۱۰ مکتوبات شریف فارسی ۲۷ ص ۲۵۱-۲۵۲۔ مکتوب نمبر ۱۲۳۔ دفتر سوم مطبوعہ دہلی۔

تو آپ کا یہ فرمانا تھا کہ مجلس میں موجود تمام علماء کرام اور پیرانِ عظام نے ادب سے اپنے سر جھکا دیے۔ عارف کامل حضرت شیخ ابو نصر رحمۃ اللہ علیہ جو خود اس مجلس میں تشریف رکھتے تھے اپنی جگہ سے اٹھے اور آپ کے قدم مبارک کے نیچے اپنی گردن رکھ دی

سروں پر جسے لیتے ہیں اونٹ والے

تمہارا قدم ہے وہ یا غوثِ اعظم

اسی وقت منادی غیب نے تمام عالم میں ندا کر دی کہ سارے اولیاء اللہ غوثِ الاعظم

کے ارشاد عالی کو بسر و چشم بجالائیں۔ چنانچہ جملہ اولیاء اللہ کرۃ ارض پر جہاں موجود تھے سر جھکا کر بولے:

” نَعَمْ يَا شَيْخُ وَلَيْمَنْ قَالَ “

(اے شیخ آپ کا ارشاد سرائے نکھوں پر)

شیخ ماجد الکردی حمتہ اللہ علیہ

فرماتے ہیں:

## مشارح وقت کی تائید و توثیق

” اس وقت روئے زمین پر کوئی دن اللہ ایسا باقی نہ رہا جس نے

آپ کے اعلیٰ مرتبہ کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی گردن

نہ جھکائی ہو۔“ لے

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بغداد میں سیدنا غوثِ الاعظم

رضی اللہ عنہ نے قدمی الخ فرمایا تو اس وقت حضرت ابو مدین شام میں تھے ان کو یہ واقعہ

کشف ہو گیا اور وہیں انہوں نے گردن جھکا دی اور کہا:

” اے خدا میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں اور تیرے فرشتوں کو گواہ بناتا ہوں کہ جو



کچھ غوث پاک نے فرمایا میں اس کی اطاعت کرتا ہوں۔ (نفحات الانس)  
شیخ نولو الازنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں نے (آپ کے ارشاد پر) مشرق اور مغرب میں اولیاء اللہ کو اپنی  
گردنیں جھکانے ہوئے دیکھا اور میں نے دیکھا کہ ایک شخص نے گردن نہ  
جھکائی تو اس کا حال دگرگوں ہو گیا۔“ ۱

حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ سے جب حضرت غوث الاعظم کے  
اس قول کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

”گردن تو درکنار آپ کا قدم مبارک میری آنکھوں پر“ ۲

جس وقت سیدنا غوث پاک نے قدمی بڑھایا تو اس وقت حضرت خواجہ  
عزیز نواز معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے پہاڑوں میں عبادت و ریاضت  
میں مشغول تھے۔ آپ نے حضرت غوث الاعظم کا یہ اعلان سنتے ہی اپنی گردن مبارک اتنی  
جھکادی کہ پشانی مبارک زمین سے لگ گئی۔ پھر خواجہ بزرگ نے فرمایا:

”آپ کا قدم مبارک گردن پر ہی نہیں بلکہ میری آنکھوں کی تیلیوں پر“ ۳

حضرت غوث الاعظم نے اس اظہارِ نیاز سے متاثر ہو کر مجلس میں فرمایا کہ غیث الدین  
کے صاحبزادے نے گردن جھکانے میں سبقت کی ہے جس کے باعث عنقریب ولایت  
ہند سے نوازے جائیں گے۔ (بہجت الاسرار)

خود اپنے بارے میں آپ فرماتے تھے:

۱۔ تلامذہ الجواہر ص ۲۵۔ سطر ۲۲۷-۲۲۸۔

۲۔ تفریح الخاطر ص ۲۰۔

۳۔ تفریح الخاطر ص ۲۰۔ شام امدادیہ ص ۲۳۔

” ہر ولی اللہ اپنے پیغمبر کے نقش قدم پر ہوتا ہے۔ اور میں بھی اپنے جدِ امجد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ہوں جہاں جہاں میرے جدِ امجد نے قدم رکھا ہے، میں نے انہیں مقامات پر اپنا قدم رکھا۔ بجز راہِ نبوت کے کہ وہاں میں مجبور تھا کیونکہ اس راہ میں بغیر نبی کے لیے کوئی گنجائش نہیں۔“

عارف کامل شیخ عدی بن مسافر رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا بات ہے کہ آج تک کس ولی اللہ نے وہ دعوت نہیں کیا جو شیخ عبد القادر

اس دعوت کی توثیق میں شیخ عدی بن مسافر کی دلیل

رضی اللہ عنہ نے کیا ہے؟

جواب میں آپ نے فرمایا:

”ہاں۔ یہ دعوتی اور کوئی کمر بھی نہیں سکتا تھا۔ آپ تو منقامِ فردیت پر فائز تھے۔ زمانے کے ”فرد“ کو جب تک کوئی بات کہنے کا حکم نہ دیا جائے۔ وہ نہیں کہتا۔ حضرت شیخ کو جب حکم ہوا تو پھر انہوں نے دعوتی کیا۔ یہی وجہ ہے کہ تمام اولیاء اللہ نے آپ کے دعوتی کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ جس طرح فرشتوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا تھا۔ اسی طرح یہاں اولیاء اللہ نے اپنے سر نیا ز جھکا دیے۔“

”قدمی ہدۃ علی رقبۃ کل ولی اللہ“ اس وقت جتنے اولیاء اللہ

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی دلیل

زمین پر تھے سب نے اس آواز کو سنا اور گردنیں جھکا دیں بلکہ بعض نے گردن جھکا کر یہ بھی

کہا بل علی ز اسی و علیتی (بلکہ آپ کا قدم میرے سر آنکھوں پر) یہ ویسا ہی قصہ ہوا جیسا کہ حضرت خلیل اللہ کی آواز کو حق تعالیٰ نے تمام عالم میں پہنچا دیا تھا۔ حتیٰ کہ ارواح نے اپنے ماں باپ کی پشت اور رحم میں سے جواب دیا "بیک، بیک"، بالکل اسی طرح حضرت بعد القادور رحمۃ اللہ علیہ کی وہ آواز خلیل الہی کی آواز تھی جس کو تمام عالم کے اولیا بروقت نے سنا، خدا نے سب کو یہ آواز پہنچا دی "۔"

علامہ رزاق رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف "قواعد" میں نسب مصطفیٰ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے

علامہ رزاق رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل

یہیں:

"ہمارے ہاں دینی نسب ہی معتبر ہے۔ لیکن اس دینی نسب کے ساتھ ساتھ اگر خانہ انی نسب کی پاکیزگی بھی میسر ہو تو 'دینی نسب' کا موکہ ہو جاتا ہے اور یہ رتبہ کو عام انسان نہیں پہنچ سکتا۔" اسی اصول کی روشنی میں سیدنا عوث الاعظم کے قول "قدمی ہذہ الہ" کو ثبوت و مقبولیت حاصل ہوئی تھی۔ کیونکہ آپ کے زمانہ میں کوئی شخص بھی اخلاق حسنیٰ، عبادت و ریاضت اور بلند نبی میں آپ کا ہمسر نہ تھا۔ چنانچہ آپ کا سلسلہ نسب والد ماجد کی جانب سے دس واسطوں سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے اور والدہ ماجدہ کی طرف سے تیرہ واسطوں سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

نجیب الطرفین سید | سید و عالی نسب در اولیا است  
نور چشم مصطفیٰ و مرتضیٰ است

آپ نجیب الطرفین سید ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۲۰ھ)

آپ کی سیادت و نجابت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”آں شاہ سرفراز کہ ”غوث الثقلین است“

در اصل، صحیح النسبین از طریفین است

از سوئے پدر تا بحسن سلسلہ اوست

وز جانب مادر، دُرِ دریائے حسین است

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تائید فرماتے ہیں:

شیخ دارین، ہادی ثقلین

زبدہ آل سید کونین!

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے

ایمان افروز انداز میں آپ کی نسبی فضیلت اس شعر میں بیان فرماتے ہیں:

نبوی نطل، علوی برج، بتولی منزل

حسنی چاند حسین بی اجالا تیرا!

غرض کہ وقت کے بڑے سے بڑے عالم فاضل اور عارف نے سیدنا غوث الاعظم

رضی اللہ عنہ کی سیادت و نجابت کو تسلیم کیا ہے۔

بے مثالی کی ہے مثال وہ حسن

خوبی یار کا جواب کہاں؟

**امتیازی خوبیاں**

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ شریعت محمدی کے علمبردار اور میدانِ طریقت کے

شہ سوار تھے۔ آپ ہمیشہ با وضو رہا کرتے تھے اور باادب قبدر و ہو کر بیٹھا کرتے تھے۔

آپ نے ساری زندگی میں کبھی جھوٹ نہ بولا نہ کبھی آپ شیطان کے بس میں آتے

نہ کبھی نفس کا کبنا مانا۔ آپ نے ساری عمر میں کبھی کوئی نماز یا جماعت قضا نہ کی۔ چالیس سال

بیک عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی۔ پندرہ سال تک آپ کا دستور رہا کہ عشا کی نماز کے

کے بعد کلام پاک پڑھنا شروع کرتے اور فجر سے پہلے سارا کلام پاک ختم فرمادیتے۔ آپ ہمیشہ روزے سے رہتے۔ چالیس چالیس دن تک آپ کچھ نہ کھاتے پیتے، نہ کبھی سوتے نہ آرام فرماتے۔ بس ہر وقت اللہ اللہ کیسے جانتے۔ کثرتِ نوافل سے آپ کے پاؤں متوم ہو جاتے تھے۔ آغاز میں پچیس سال تک عشقِ الہی میں سرمست ہو کر عراق کے جنگلوں میں ماے ماے پھرتے رہے، اس کے بعد چار سال تک مسلسل خلوت میں گوش نشین رہ کر تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے۔

غرضکہ ریاضت اور مجاہدے کا ایسا کوئی طریقہ نہیں جسے عوثِ پاک نے اپنے اوپر لازم نہ کر لیا ہو اس پر بھی حضور عوثِ پاک کو خوفِ خدا بہت تھا۔ چنانچہ آپ کی آنکھوں میں آنسو بہت جلد آجایا کرتے تھے۔ کبھی کسی عزیز پر امیر آدمی کو تزییح نہ دیتے تھے۔ عبادت کے لیے خود بیمار کے گھر جایا کرتے تھے۔ صفائی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے جسم پاک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھتی تھی۔ آپ کی نظر کا یہ اثر تھا کہ جمعہ کے دن جس پر آپ کی نگاہ پڑتی تھی وہ دلی بن جاتا تھا۔ خود داری کا یہ عالم کہ ساری زندگی میں آپ نے کبھی کسی امیر کا کوئی تختہ قبول نہیں کیا اور نہ ہی کسی امیر وزیر کا کبھی کھڑے ہو کر استقبال کیا۔ قبولیت کا یہ عالم تھا کہ شیخ اشبوخ حضرت شہاب الدین بہروردی آپ ہی کی دعا سے پیدا ہوئے اور شیخ محی الدین عسربی علیہ الرحمۃ آپ کی توجہ خاص ہی سے درجہ کمال کو پہنچے۔ آپ کے وجود کی برکت سے آپ کے شہر کو بزرگی ملی۔ چنانچہ تمام عالم میں مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور کربلائے معلیٰ کے بعد "بغداد شریف" کا نام نہایت عزت و احترام سے لیا جاتا ہے۔ بغداد شریف کو یہ شرف آپ ہی کی ذات والاصفات سے حاصل ہوا ہے۔

ع۔ نقطہ گروشن پر کاربغین ہے بغداد

اگر کوئی پہنچا ہوا بزرگ بغداد شریف چائے اور آپ کے روضہ اقدس پر حاضری نہ دے تو اس کی کرامت سلب ہو جاتی ہے اور جو شخص بے وضو آپ کا نام لیتا ہے، اس کی

روزِ تنگ ہو جاتی ہے۔ آج بھی آپ کی ذات والاصفات کے روحانی اثرات سے بے حد  
بے حساب کرامتیں ظاہر ہوتی رہتی ہیں۔

حضرت سید احمد رفاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:  
"کس میں قدرت ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی کے رتبہ کے شایانِ شان مناقب  
بیان کرے۔ وہ تو اس پائے کے بزرگ ہیں کہ ان کے ایک جانب شریعت کا  
کا دریا اور دوسری جانب حقیقت کا دریا موجزن ہے جس میں چاہتے ہیں وہ  
غوطہ زن ہو جاتے ہیں۔" ۱۷

۵ عوث الاعظم کے مناقب ہوں بیان کیا اسی  
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

۱۷ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۹۸۔ تفسیر الخاطر ۲۶۔ بیچۃ الاسرار ص ۵۹۔ قلائد الجوارح ص ۱۰، ۲۲، ۴۶۔  
انبار الانوار ص ۱۴۔ جامع کرامات الاولیاء ص ۲۰، ۲۱، ۲۲۔ طبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۸،  
۱۲۹۔ مغل نامہ گیارہویں شریف ص ۲۹۔ تحفہ قادریہ ص ۳۰۔

# کرامات

صبا بحسن ادب گو تو عوثِ اعظم را خدا سپرد بہ تو کار ہر دو عالم را  
تو آن شبی کہ کنی ردِ قضائے مبرم را بری ز خاطر ناشاد محنت و عزم را

کرامت پر استدلال | سیدنا عوثِ الاعظم رضی اللہ عنہ کی کرامات نہایت معتبر اور  
اور سچے راویوں کی زبان سے ہم تک پہنچی ہیں جن کا انکار

ناممکن ہے کیونکہ دنیا کے تمام واقعات کی بنیاد ہی شہادت پر ہے اور اسی چیز کا نام تاریخ ہے جو محض عینی شہادوں کے بیانات کا مجموعہ ہوتی ہے چنانچہ جب ہم سنتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن گیا اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کنکریوں نے کلمہ پڑھا۔ تو اس سے انکار کی کوئی منطقی وجہ معلوم نہیں ہوتی۔ صرف تعجب کی بنا پر انکار کر دینا، سخت حماقت ہے کیونکہ شہادت اس پایہ کی ہے کہ کوئی شخص بھی اسے جھٹلانے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ ہر چند کہ آدمی کو چاند پر چہل قدمی کرتے ہم نے بچشم خود وہاں جا کر نہیں دیکھا۔ لیکن پھر بھی انکار ممکن نہیں کیونکہ اس کی تصدیق اس قدر کثیر لوگوں نے کی ہے کہ اس پر یقین نہ کرنا سراسر بے وقوفی۔ بالکل اسی طرح حضرت سیدنا عوثِ الاعظم رضی اللہ عنہ سے جو کرامات سرزد

ہوتی تھیں۔ انہیں بغداد کی پوری آبادی اپنی آنکھوں سے دیکھتی تھی۔ اور ان کا بیان اس قدر تواتر اور تسلسل کے ساتھ ہوا ہے کہ انکار کی گنجائش نہیں۔ حتیٰ کہ ابن تیمیہ جیسا عالم جو اپنی علمیت کے زعم میں کرامات سے قطعی کوئی دلچسپی نہیں رکھتا وہ بھی سیدنا عوثِ الاعظم رضی اللہ عنہ کی کشف و کرامات کا قاتل ہو کر اعلان کرتا ہے :

”آپ کی کرامات حد تو اتر تک پہنچ گئی ہیں۔“

مشہور بزرگ حضرت سہیل بن عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں :

”ایک دفعہ سیدنا عوث الاعظم رضی اللہ عنہ بغداد میں کسی دن تک نہ دیکھے گئے اہل بغداد بے قرار ہو کر آپ کی تلاش میں نکلے۔ لوگوں نے دیکھا کہ دریا سے دجلہ کے پانی پر آپ چہل قدمی فرما رہے ہیں اور مچھلیاں آپ کے قدموں کو بوسہ دے رہی ہیں۔ اتنے میں نمازِ ظہر کا وقت ہو گیا دیکھتے ہی دیکھتے ایک نہایت عمدہ و نفیس سبز رنگ کی جائے نماز ہو ایں معلق ہو گئی جس پر خطِ نوری میں دو سطریں لکھی تھیں۔

”الان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم یحزنون“ اور

”سلام علیکم اھل بیت انہ حمیدٌ مجیدٌ“

آپ جائے نماز پر کھڑے ہو گئے۔ اہل بغداد نے بھی کنارے پر صفیں باندھ لیں۔ نماز کے بعد آپ نے بلند آواز میں دعائے مانگی :

”الہی میں تیری بارگاہ میں حبیبِ پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وسید

بنا کر التجا کرتا ہوں کہ میرے مریدوں اور مریدوں کے مریدوں کی روح قبض

نہ ہو جب تک کہ وہ اپنے گناہوں سے توبہ نہ کر لیں۔

اس وقت آپ کے جسمِ اقدس سے سبز رنگ کا نور نکل رہا تھا اور غیب سے ندا آ

رہی تھی :

”بشر فانی قد استجبت لک“

”اے بندے خوش ہو کہ ہم نے تیری دعا کو قبول کر لیا“

میں قادری ہوں شکر ہے ربِّ قدیر کا

دامن ہے میرے ہاتھ میں پیرانِ پیر کا

لغات القرآن بین الاولیاء الرحمن والشیطان۔ ۱۷۰ فلائح الجواہر ص ۱۶۶۔ تفسیر الخاطر ص ۲۵، ۲۶، مطبوعہ مصر۔



در اصل کشف و کرامت کی وجہ یہ ہے کہ اللہ پاک جن پیاری ہستیوں سے محبت کرتا ہے انہیں اپنی رحمتوں سے خوب نوازتا رہتا ہے۔ چنانچہ جب وہ دل میں کوئی ارادہ کرتے ہیں تو اللہ پاک فوراً پورا فرمادیتا ہے۔ انہیں روحانی طاقت عطا ہوتی ہے جس سے وہ کائنات میں تصرف کر سکتے ہیں۔ یہ تصرف قرب الہی کی دلیل ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو کس قدر قرب الہی حاصل تھا۔ اور پھر یہ بات بھی ہے کہ سخت عبادت و ریاضت سے روح میں لطافت پیدا ہو جاتی ہے۔ کائنات کے چہرے سے مادی پردے اٹھ جاتے ہیں۔ قدرت الہی کے عجائبات و کرشمے سماں نظر آنے لگتے ہیں۔ صاحب مشاہدہ کے خاص تصرف سے بعض اوقات وہی عجائبات دوسروں کو بھی نظر آ جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کو صحابہ کرام نے خود کسی اجنبی "یا دجیہ کلبی" کی صورت میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور ہی میں دیکھا۔ بالکل اسی طرح سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے روحانی تصرفات سے آپ کی نورانی مجلس میں اکثر "رجال الغیب" کو دیکھا گیا اور عالم مثال کے بہت سے دوسرے عجائبات بھی مشاہدہ کیے گئے۔ چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ ایک دفعہ خود حضرت کے صاحبزادے عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مجلس پر انوار میں غمش کھا کر گر پڑے۔ ہوش آنے پر "ابی زرعہ" نے حقیقت حال معلوم کی تو صاحبزادے صاحب نے بتایا:

"میں نے جب آسمان کی طرف دیکھا تو ہزاروں رجال الغیب سر جھکائے نہایت ذوق و شوق سے سیدنا غوث پاک کا کلام سن رہے تھے۔ ان حضرات کا سلسلہ افق کے کناروں تک پھیلا ہوا تھا۔ ان میں سے اکثر اپنی جگہ پھڑکے کانپ رہے تھے۔" (تلاذ الجواہر ص ۶۸)

تاثیر برق حسن جو ان کے سخن میں تھی  
اک لرزش سخن میرے سارے بدن میں تھی

عارف کامل حضرت شیخ علی بن ہبیتی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں :-  
 ”میں نے اپنے زمانے کے کسی ولی اللہ کو نہیں دیکھا جس سے اس قدر  
 زیادہ کرامتیں رونما ہوتی ہوں۔ جو شخص جس وقت جس انداز کی کرامت کی  
 خواہش کرتا آپ سے بلا تامل ظاہر ہوتی تھی۔ یہ کرامات بعض دفعہ تو آپ کے  
 اپنے ارادہ و اختیار سے رونما ہوتی تھیں لیکن بعض اوقات آپ کے اختیار و  
 خواہش کے بغیر بھی رونما ہوتی رہیں۔“

قندیل حقیقت کا پر تو اسے لوح و قلم کے نقش جلی  
 اسے فقر کے سر کا تاج شہمی اس قطب جہاں ولیوں کے ولی

(شاعر کھنوی)

شیخ معمر ابوالمنظف منصور رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے

## قدرت کا انتقام

ہیں :

”ایک دن میں آپ کی خدمت میں کھڑا تھا۔ آپ بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے کہ چھت  
 سے مٹی گری۔ آپ نے مٹی کو جھاڑ دیا۔ تین بار ایسا ہی ہوا۔ چوتھی بار جب مٹی گری تو آپ نے  
 سر مبارک اٹھایا اور چھت پر ایک نگاہ ڈالی۔ آپ نے دیکھا کہ ایک چوہیا شرارت کر رہی  
 ہے۔ آپ کی نگاہ پڑتے ہی وہ دو ٹکڑے ہو کر زمین پر آگری۔ آپ نے جب یہ منظر دیکھا تو  
 رونے لگے۔ میں نے عرض کیا: یا حضرت یہاں رونے کا کیا مطلب ہے؟ آپ نے فرمایا:  
 ”مجھے خیال آتا ہے کہ کسی مسلمان کی طرف سے اگر مجھے ذرہ بھر نقصان پہنچا تو کہیں  
 (قدرت انتقام نہ لے) اس کی حالت بھی اس چوہیا کی طرح نہ ہو جائے۔“

حضرت علی بن ابی نصر اہمی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بقا بن بطور رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے

ہیں:

”ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت کے ساتھ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے روضۃ اقدس پر فاسح خوانی کے لیے گئے۔ معاً امام احمد بن حنبل کی قبر شریف شق ہوئی۔ آپ اس میں سے باہر شریف لائے حضور غوث الاعظم کو اپنے سینے سے لگایا اور آپ جو خدمت دین انجام دے رہے تھے اس کی تعریف فرمائی۔ پھر اپنے ہاتھ سے لباسِ فاخرہ پہنایا دوبارہ گلے لگایا اور دعائیں دیتے ہوئے اپنے مرقد میں اتر گئے۔ قبر شریف پھر اسی طرح بند ہو گئی۔“ لے

شیخ ابو ذکریا یحییٰ ابن ابی نصر بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

”میرے والد بزرگوار بڑے ماہر عامل تھے۔ ایک روز انہوں نے اپنے عمل کے زور سے جنات کو بلایا۔ لیکن خلاف معمول وہ بہت دیر سے حاضر ہوئے اور اتنے ہی کہنے لگے کہ:

”اے شیخ۔ جب سیدنا غوث الاعظم وعظ فرما رہے ہوں تو اس وقت ہمیں آپ طلب نہ فرمایا کریں کیونکہ ہم ان کی مجلس وعظ میں مواعظِ حسنہ سے مستفید ہوتے ہیں۔ وہاں ہماری تعداد انسانوں سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔ ہم میں سے ہزاروں ان کے مُرید ہیں!“ لے

گدا آپ کے مے کدے کا ہے کاوش

سے بھی ہوسا عز عطا غوث الاعظم (کاوش)

اپنے دور کے سرتاج العلماء شیخ علی ابن ادریس یعقوبی رحمۃ اللہ علیہ خود اپنی حالت بیان کرتے ہیں کہ اول اول میں بڑی کمپرسی کی حالت میں بغداد پہنچا۔ کسی سے جان پہچان نہ تھی۔ حضرت کی شہرت سن رکھی تھی۔ لہذا آپ کے مد سے کے باہر آ کر بیٹھ گیا۔

اس حوصلہ دل پر مسم نے بھی کفن باندھا  
ہنس کر کوئی پوچھے گا کیا جان گنوانی ہے

چنانچہ حضرت نے کشف کے ذریعہ میری حالت معلوم کرنی اور اپنے صاحبزادے شیخ عبد الرزاق سے فرمایا کہ: ایک نوجوان باہر بیٹھا ہے جو صاحب علم و فضل ہو گا۔ اور عزت و شہرت کے تخت پر بیٹھے گا اسے اندر بلاؤ۔ اندر بلا کر حضرت نے مجھے کھانا کھلایا۔ اور خوشخبری سنائی کہ:

”اے نوجوان۔ وہ زمانہ قریب ہے جب لوگوں کو تیری ضرورت ہوگی عوام انکس  
تجھ سے نفع حاصل کریں گے اور اللہ پاک تجھے بڑی عزت و شہرت  
عطا کرے گا۔“

اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت نوازا۔ اور میں مختلف علوم و فنون میں کمال حاصل کر کے عزت و شہرت کی انتہائی بلندیوں تک پہنچ گیا۔ اب ہمیشہ میں سیدنا  
غوث الاعظم کو یاد کرتا ہوں۔

جیسے کہ دل کے پاس دھڑکتا ہو تیرا دل  
جیسے کہ میرے ہاتھ میں اب تک ہو تیرا ہاتھ

شیخ عمر بزاز رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ: ۱۰ جمادی الآخر ۵۵۶ھ ۱۱۶۰ھ  
سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ میں جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے  
سخت حیرت ہوئی کہ راستے میں کسی شخص نے حضرت والا کو سلام تک نہ کیا۔ حالانکہ اس  
سے پہلے مخلوق خدا آپ کی زیارت کو ٹوٹی پڑتی تھی میرے قلبی وسوسہ پر مطلع ہو کر آپ

مسکراتے اور نظر اٹھا کر جو دیکھا تو لوگ آپ کے سلام و زیارت کے لیے امنڈ پڑے اس وقت آپ نے فرمایا:

”اے عمر تمہاری یہی خواہش تھی تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ کے کرم سے لوگوں کے دل میرے ہاتھ میں ہیں۔ چاہوں تو اپنی طرف پھیلوں اور چاہوں تو دوسری طرف پھیر دوں۔“

داوائے رنج و الم آپ ہی ہیں  
مرے دردِ دل کی دوا غوثِ الاعظم (کادش)

رب تعالیٰ جب کسی ولی کو اپنی بارگاہ میں تقربِ خاص عطا فرماتا ہے۔ تو اس محبوبِ خدا کی عزت افزائی کے لیے رب کریم کائنات کی چیزوں پر اسے تصرف عطا فرمادیتا ہے۔ یہ دنا غوثِ الاعظم رضی اللہ عنہ چونکہ اللہ پاک کے انتہائی درجہ قریب تھے۔ اس لیے کائنات الہی پر حضرت کو بے انتہا تصرف حاصل تھا۔

در بارِ غوثِ میں ماہِ وصال کی حاضر  
ایک دفعہ ماہِ جمادی الآخر کے آخری جمعہ کو  
آپ کے پاس ایک خوب رو جوان آیا سلام

کے بعد اس نے بتایا کہ میں ماہِ رجب ہوں۔ آپ کو مبارک باد دینے آیا ہوں کہ میرے دورانِ عوام کو بڑی رحمتیں حاصل ہوں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسی طرح دربارِ غوثیت میں ماہِ وصال حاضر ہوتے رہتے تھے۔ اور اپنے اندر ہونے والے واقعات کی خبر دیتے تھے۔ چنانچہ آپ کی مجلس میں ایک بار شیخ علی بن ہبیتی رحمۃ اللہ علیہ حاضر تھے کہ ایک روشن شکل جوان آیا اور سلام کے بعد کہنے لگا یا حضرت:

”میں ماہِ رمضان ہوں۔ میں آپ سے معذرت طلب کرنے حاضر ہوا ہوں

میں اس ماہ آپ کو الوداع کہنے کا خواہاں ہوں۔“

کہتے ہیں کہ اسی سال ماہ رمضان سے پہلے آپ واصل بحق ہوئے بلکہ  
 ایک دھوبی کا انتقال ہوا جب دفن کر چکے تو منکر نکیر نے اُس  
 غوث الاعظم کا دھوبی | کر سوال کیا۔ وہ جواب میں کہتا ہے کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں میں

حضرت غوث الاعظم کا دھوبی ہوں! بس اسی پر اس دھوبی کی نجات ہو گئی۔ اے  
 ایک دن حضرت غوث الاعظم۔ اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے  
 تھے۔ ناگاہ نظر بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب سزق  
 دستگیری

ہونے کے ہے۔ آپ نے توجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچایا۔ ۱۵

مریدوں کو خطرہ نہیں بحرِ علم سے

کہ پڑے کے میں ناخذ غوث اعظم

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن وعظ فرما رہے تھے کہ ایک چیل

اڑتی ہوئی آئی جس کے چلانے سے شیخ کے کلام میں گڑ بڑ پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

”تجھے کیا ہو ا۔۔۔ اللہ تجھے مارے!“

چنانچہ وہ اسی وقت زمین پر گر کر مر گئی!! جب آپ وعظ سے فارغ ہوتے تو اس کو

مسجد کے کونے میں مردہ پا کر اس کے متعلق لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں نے سارا واقعہ عرض کر دیا

تو آپ نے فرمایا:

”اللہ کے اذن سے اُٹھ!“

پس وہ اُٹ گئی!!

۱۵ الاضافات الیومیہ ص ۲۵ ج ۲۔ از مولوی اشرف علی تھانوی

۱۶ شام امدادیہ ص ۸۰۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی۔

اس واقعہ کو علامہ شمنظونی نے نقل کیا ہے اور محدثین نے اس کی توثیق کی ہے یہ  
یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ کی مشیر کرامات پچھلے بیوں کے معجزات سے بڑی  
مشابہت رکھتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے روحانی تصرفات کے سبب لاتعداد انسانوں  
کے دل اللہ کی محبت سے معمور ہو گئے۔

اس دن دل کو بھی روشن کر، اس دل کو بھی چمکاؤ

عالم کو کیا روشن تو نے شمع نورانی (شکوہ نظامی)  
آپ کی صرف ایک ہی کس قدر عظیم کرامت ہے کہ آپ نے تمام زندگی میں کبھی جھوٹ  
نہیں بولا نہ کبھی شریعت کے خلاف کوئی عمل کیا۔ جنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے:  
”اگر شریعت کی رگام میری زبان پر نہ لگی ہو تو میں تم کو ان سب چیزوں  
کی خبر دے دوں جو تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور رکھتے ہو۔ تم سب  
حضرات میرے سامنے بیٹھے کی بوتلوں کی طرح ہو۔“

دلوں کے ارادے تمہاری نظر میں  
سچاں تم پر سب پیش دم غوثِ اعظم

## مجلس مبارک

روشن جمالِ یار سے ہے انجمن تمام  
دیکھا ہوا ہے آتشِ گل سے چمن تمام  
تیری محفل میں اہل دل کو جلوہ  
نظر آجائے گا شانِ خدا کا

۱۔ مولانا نور شاہ کاشمیری، فیض الہدیٰ تقریریں، ج ۲ ص ۶۱  
۲۔ تفسیر الخاطر ص ۲۴، ۲۸، ۲۹۔ سفینۃ الاولیاء ص ۶۶

سیدنا عوث الاعظم روحانی مجلس کے صدر نشین تھے۔ آپ کی نورانی مجلس میں ستر ستر ہزار تک کا مجمع کثیر ہو جاتا تھا مگر آپ کی آواز میں یہ تاثیر تھی کہ جلسہ گاہ میں دور دراز کے ہر سرگوشے میں صاف سنی جاتی۔ لوگوں پر وجد کا عالم طاری ہو جاتا۔ اللہ پاک نے رعب و جلال اس قدر عطا فرمایا تھا کہ آپ کی مجلس شریف میں نہ تو کسی کو تھوک آتا نہ ہی کوئی کھانتا، کھنکھاتا اور نہ ہی کوئی کسی سے کلام کرتا۔ کسی کو آپ کی مجلس میں کھڑے ہونے کی جرأت نہ ہوتی بلکہ ہر ایک پر وجدانی کیفیت طاری رہتی۔

بزنگ شمع جس نے دل جلیا تیری محفل میں

تو اُس نے منزل مقصود کو زیر قدم دیکھا

چنانچہ عالم اسلام کے مشہور و معروف محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی آپ کی مجلس مبارکہ میں وجد طاری ہو گیا۔ لے

اے ہم نشین اذیت فرزا نگی نہ پوچھ!

جس میں ذرا سی عقل تھی دیوانہ ہو گیا

اللہ پاک نے آپ کی ذات میں کشش اس قدر رکھی تھی کہ شریف حسین موسلی کا بیان ہے:

”خلیفہ اور وزیر آپ کی مجلس میں نیاز مندانہ حاضر ہوتے تھے۔ علماء و فضلاء

کا تو کچھ شمار ہی نہ تھا۔ آپ کی ایک ایک مجلس میں چار چار سو دو اتیس شمار

کی گئیں جو آپ کے ارشادات قلمبند کرنے کے لیے لائی جاتی تھیں۔ لے

ایک دفعہ آپ کی مجلس مبارکہ میں ایک قاری نے ایک آیت تلاوت کی۔ آپ نے

اس کی تفسیر شروع کر دی۔ اس وقت آپ نے گیارہ قسم کی ایسی تفسیریں بیان کیں جو حاضرین

کرام کی سمجھ میں آتی رہیں۔ اس کے بعد آپ نے وہ تفسیر شروع کی جو سامعین کی عقل و فہم

۱۔ تلامذہ الجواہر ص ۳۸، ۳۹۔ بیچۃ الاسرار ص ۹۴۔

۲۔ ابن قدامہ۔ بحوالہ تاریخ دعوت و عزیمت۔ از ابوالحسن ندوی۔



سے بالاتر تھی۔ غرض کہ آپ نے اس ایک آیت کی چالیس مختلف تفسیریں اس انداز سے کیں  
کہ سننے والے عیش عیش کرائے۔ اس کے بعد فرمایا کہ: اب قال سے حال کی طرف آتے ہیں  
یہ سننے ہی اس مجمع میں آہ و بکا کا وہ شور اٹھا کہ کسی کو تن بدن کا ہوش نہ رہا۔

۷ روبرو اس کے کچھ نہیں معلوم

کیا ہوا بے خودی میں کیا نہ ہوا

۸ شیخ عمر بزار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مجھے آپ کی مجلس میں بیٹھنے کی سعادت حاصل تھی۔ یہ میرے لیے  
حسین خواب اور پرسکون لمحات کا زمانہ تھا۔ آپ کے بعد مجھے کسی  
مجلس میں وہ سکون نصیب نہیں ہوا۔“

۹ اٹھا کے بزم محبت سے لائے تھے جن کو

عجب مزاج کی شمعیں تھیں جل سکیں نہ کہیں

۱۰ شیخ ابوالحسن علی القرشی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”آپ اہل مجلس کا احترام کرنے والے تھے اور لوگوں سے کھلے دل سے ملتے

تھے۔ میں نے آپ سے بڑھ کر سچی باتیں اور پاکیزہ الفاظ کسی کے ہاں

نہیں سنے۔“

۱۱ یہ زندگی زندگی نہ سمجھو کہ زندگی سے مراد ہیں بس

وہ عمر رفتہ کی چند گھڑیاں جو ان کی صحبت میں گنتی ہیں

حضرت شیخ نے خطابت میں ایسا زور بیان تھا کہ واقعات سن کر

انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ تاثیر کلام کا یہ حال تھا کہ سامعین

**زور خطابت**

میں سے کچھ تولد تہ شوق و ذوق اور غلبہ حال میں جاں بحق ہو جاتے۔ اور اکثر پر ایسا وجد طاری ہوتا کہ پہروں ہوش میں نہ آتے حقیقت یہ ہے کہ سیدنا غوث پاک بہت بڑے خطیب تھے۔ ان کے خطبات اثر آفرینی کے اعتبار سے ایک عجیب خصوصیت کے حامل ہیں۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت کے صاحبزادے عبدالوہاب علوم و فنون حاصل کرنے کے بعد حاضر خدمت ہوئے اور ممبر بر و عظم کہنے کی اجازت چاہی۔ شیخ نے اجازت دے دی عبدالوہاب نے فصاحت و بلاغت کے دریا بہا دیے مگر حاضرین پر ان کی تقریر کا کوئی اثر نہ ہوا۔ بلکہ اہل مجلس کے شور و غل سے معلوم ہوتا تھا کہ ان کے بیان پر ذرا بھی متوجہ نہیں۔ مجلس کارنگ دیکھ کر وہ ممبر سے اترے اور اب ممبر پر شیخ محترم تشریف لائے اور یہ جملے ادا فرمائے:

”کل میں روزے سے تھا۔ ام کچی نے کچھ انڈے بھون کر ایک آبخورے میں طاق پر رکھ دیے۔ ایک بلی نے اس آبخورے کو طاق سے نیچے پھینک دیا۔ آب خورہ ٹوٹ گیا۔ اور انڈے خاک میں مل گئے۔“

وہ ابھی اتنا کہہ پائے تھے کہ مجلس گرم ہو گئی ہر طرف وجد و حال کا سماں نظر آنے لگا و عظم ختم کر کے آپ نے عبدالوہاب سے فرمایا:

”تم کو معلوم ہے کہ تمہارے عالمانہ و عظم کا اثر کیوں نہیں ہوا۔ اور میرے معمولی الفاظ سے یہ کیفیت طاری ہو گئی۔“

سنو: تم کو اپنے علم ظاہر پر ناز ہے۔ تم نے علم باطن کی طرف سفر نہیں کیا۔ تم اپنی خودی کو قائم رکھ کر و عظم کہتے ہو۔ میں خودی کو گم کر کے کلام کرتا کرتا ہوں۔ اسی لیے میرے سادہ کلام میں وہ اثر ہوتا ہے جو تمہارے عالمانہ و عظم میں نہیں۔ دراصل میری نظر حقیقت پر مرکوز رہتی ہے۔ چنانچہ جب میں کلام کرتا ہوں تو تجلیات الہی نمودار ہوتی ہیں۔“

## دولت و امارت سے نفرت

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کو رب تعالیٰ نے نبوت کی نیابت کے لیے چن لیا تھا۔ چنانچہ آپ کے دل کو دولت دنیا سے بے نیاز کر کے خدمت دین کی طرف لگا دیا تھا۔ آپ کو خلفائے وقت اور امراء و وزراء کے یہاں جانے کی قطعی عادت نہ تھی۔ دنیا کی شان و شوکت سے آپ کبھی بھی قریب نہ ہوئے۔

حضرت شیخ شریف حسینی موصلی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں :  
 "میں سیدنا غوث پاک کی خدمت میں تیرہ سال تک رہا۔ مگر اس طویل عرصہ میں یہ کبھی نہیں دیکھا کہ آپ کبھی کسی امیر کے دروازے پر گئے ہوں یا کسی رئیس کا عطیہ قبول کیا ہو۔"

آپ نہ کبھی کسی بڑے سے بڑے امیر آدمی کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوئے اور نہ ہی کبھی کسی حاکم کے کچھونے پر بیٹھے، نہ ہی کسی بادشاہ کے دسترخوان پر کھانا کھایا۔ اسی سلسلے میں یہ ایک عبرت ناک تاریخی واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ مستنجد باللہ نے حاضر خدمت ہو کر آپ کی خدمت میں سہرے دینا دوں سے بھری ہوئی تھیلیاں پیش کیں تو آپ نے نفرت سے منہ پھیر لیا اور فرمایا: مجھے اس دولت کی قطعی ضرورت نہیں۔ مگر خلیفہ نے اسے قبول کر لینے پر جب زیادہ اصرار کیا تو آپ جلال میں آگئے، دونوں تھیلیوں کو ہاتھوں میں لے کر پنچوڑا تو ان میں سے خون بہنے لگا۔ یہ دیکھ کر خلیفہ گھبرا گیا۔ آپ نے فرمایا:

"ابو المنظر! تمہیں شرم نہیں آتی کہ غریب عوام کا خون پنچوڑ کر میرے

پاس لے آئے ہو۔"

آپ کی گزرج دار آواز میں یہ نادیدی الفاظ سن کر خلیفہ کو غش آگیا۔

آج رحمت سے بغل گیر ہے ہر ایک تڑپ

چارہ ساز دلِ ناشاد میں غوثِ الاعظم

**عسری پروری**

ابوالحسن بن اردم محمدی نے بتایا:

”حضرت سیدنا عبد القادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے خدا ترس اور نرم دل تھے۔

آنکھوں سے جلد آنسو بہہ نکلتے۔ کسی سائل کو رو نہ کرتے۔ اگر آپ کے پاس دو

پکڑے ہوتے تو ایک کسی عزیز کو بخش دیا کرتے؟

جو دم میں غنی کرے گا کو!

وہ کیا ہے عطاءے غوثِ اعظم

ایک دفعہ آپ نے ایک شکستہ دل فقیر کو دیکھ کر فرمایا۔ تمہارا کیا حال ہے؟ وہ کہنے

لگا۔ یا حضرت آج میں نے ملاح سے کہا کہ مجھے دریائے جلد کے پارے چل مگر اس نے

انکار کر دیا۔ میرا دل اس فقر و فاقے سے ٹوٹ گیا ہے۔ ابھی فقیر کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ

کسی شخص نے آکر ہزار دینار کی تھیلی حضرت کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے فقیر سے کہا

کہ یہ تھیلی اس ملاح کے پاس لے جاؤ اور اسے یہ دے کر کہو کہ آئندہ کسی فقیر کو پارے

جانے سے انکار نہ کیا کرے۔ اور اس فقیر کے لیے آپ نے اپنی پوشاک اتار کر دی اور

کہا کہ اسے بازار میں بیچ کر گزارا کرو۔

اسیروں کے مشکل کشا غوثِ اعظم

فقیروں کے حاجت و غوثِ اعظم

۱۔ بیہتہ الاسرار ص ۶۱۔ قلابہ الجواہر ص ۲۰۔ نزہۃ الخاطر ص ۵۴۔ سفینۃ الادلایا ص ۶۴۔

۲۔ قلابہ الجواہر ص ۱۹۔ بیہتہ الاسرار ص ۱۰۴، ۱۰۵۔ تفریح الخاطر ص ۵۲۔

حضرت شیخ ابوالمنظف منصور بن مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”میں نے سیدنا غوث الاعظم سے بڑھ کر کوئی شخص خوش اخلاق، کثادہ  
 دل، بزرگ ذات اور انسانوں سے محبت کرنے والا نہیں دیکھا۔  
 آپ ہمیشہ ناداروں اور کمزوروں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے، غریبوں اور مسکینوں کی  
 آپ بڑی دلجوئی فرماتے اور فیقروں کی بڑی آدھکت کرتے۔ آپ کی بڑی خواہش یہ تھی کہ  
 دنیا میں کوئی بھوکا نہ رہے۔ چنانچہ خود فرماتے تھے:

”ساری دنیا کی دولت اگر میرے قبضہ میں ہو تو بھوکوں کو کھانا کھلا دوں“  
 آج بھی آپ کے مرید گیارہویں شریف کے مبارک موقع پر ہزاروں لاکھوں من کھانا  
 کھلا کر سیدنا غوث الاعظم کی اسی خواہش کی تعمیل کرتے ہیں۔  
 شیخ ابوالقاسم عمر بن زائد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”آپ کا دسترخوان وسیع تھا۔ طالب علموں کی آپ مالی امداد فرماتے  
 تھے۔“

آپ بڑی محبت سے پریشان حالوں کی مشکلات حل فرماتے۔ فیقروں سے تواضع  
 سے پیش آتے اور گداگروں کو اپنے دروازے پر کھڑے ہونے سے پہلے ہی کچھ عطا فرمادیتے  
 غمزدہ لوگ آپ کو دیکھتے تو خوش ہو جاتے بغرض کہ کوئی سوالی کبھی آپ کے دروازے  
 سے خالی نہ پھرا۔ سنی کہ چور آپ کے یہاں چوری کے ارادے سے آیا۔ آپ نے اسے خالی  
 ہاتھ جاتے دیکھا تو قطب بنا دیا۔

ان کے در سے کوئی خالی جاتے ہو سکتا نہیں  
 ان کے دروازے کھلے ہیں ہر گدا کے واسطے

۱۔ بروایت مورخ ابن النجار۔ قلائد البحار ص ۱۸، ۱۹۔

۲۔ بہجت الاسرار۔ نسخہ قادریہ ص ۱۱۹، ۲۰۔ خزینۃ الصغیر۔ فارسی، ۱۱۲، ص ۹۰۔ مطبوعہ لکھنؤ۔

غرض کہ سرکارِ غوثِ پاک کا ہر لمحہ خدمتِ خلق کے لیے وقف تھا۔ مدرسہ قائم تھا۔ خانقاہ کھلی ہوئی تھی۔ ایک دن میں چالیس چالیس ہزار تک کی نذر آتی۔ لیکن شام تک غریبوں میں سب دولت ٹٹادی جاتی۔ اپنی ذات پر چار پیسے خرچ نہ فرماتے۔ خود روزے پر روزے لکھتے۔ لیکن بھوکوں کو خوب کھانا کھلاتے۔ جو ضرورت لے کر آتا پوری فرما دیتے۔ ضرورت کو دیکھتے۔ ضرورت مند کو نہ دیکھتے۔ خود فرماتے تھے:

”میں خوب غور کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ۔ بھوکوں کو کھانا کھلانے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنے اور سب کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آنے سے بہتر کوئی عمل نہیں۔“



اخلاق میں خلیفہ مصلح  
ہے غوثِ نبی بخت  
عظیم



## اخلاق و ناداست

جذب ہوئے ہیں کلی کلی میں بن کے میل بہار  
خوشبو بن کر پھول سے نکلے بہک اٹھا سنا

سیدنا غوث الاعظم محبت و شفقت کا نورانی پیکر تھے۔ سب سے بڑے عالم شریعت اور امام طریقت ہونے کے باوجود آپ سب سے بڑھ کر کریم النفس، خوش اخلاق اور رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ سلام کرنے میں ہمیشہ خود پہل کرتے اور پھر بڑی خندہ پیشانی مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیتے۔

حالانکہ اللہ پاک نے آپ کو رعب و وقار اس قدر عطا فرمایا تھا کہ امیر و وزیر اور سلطان وقت تک آپ کو دیکھتے تو خود بخود مرعوب ہو جاتے مگر آپ غریبوں فقروں کے حق میں بڑی انکساری دکھاتے ہر کس و نا کس کے پاس بیٹھ جاتے۔ ناداروں کی شفقت سے مزاج پرسی فرماتے۔ مگر بے ہودہ لوگوں سے آپ ہمیشہ دور رہتے اور امیروں کو کبھی منہ نہ لگاتے ان سے ہمیشہ سخت لہجے میں گفتگو فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتاتے تھے:

”ان کے دل کا میل بہت سخت ہوتا ہے۔ چنانچہ تند و تیز کلمات کی سختی ہی اسے کھڑج سکتی ہے۔“

بہر حال آپ اپنے تمام فضل و کمال کے باوجود چھوٹوں کے ساتھ بڑے لطف و کرم سے پیش آتے۔ اپنے علم و فضل کی نمائش نہ کرتے۔ جب کسی کے جرم ظاہر ہو جاتے تو معاف کر دیا کرتے۔ دوستوں کی لغزشوں سے درگزر فرماتے۔

خوشی سے میں اپنے قدم چوم لوں تو زیبا ہے  
وہ لغزشوں پہ مری مسکرائے ہیں کیا !

مگر یہ ذاتی معاملہ کی بات تھی۔ اس کے برخلاف اگر احکام الہی کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کسی کو پاتے تو آپ غضب ناک ہو جاتے۔ خلیفہ وقت کو بھی کھری کھری سنا دیتے لیکن اپنے نفس کی خاطر کبھی کسی پر غصہ نہ فرماتے۔ آپ کے سامنے خالص قرآنی احکام اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ تھے جن کی پابندی میں آپ لذت محسوس کرتے تھے۔

چنانچہ امام ابو عبد اللہ الاشبیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: "سیدنا غوث الاعظم ذکر الہی میں مشغول رہنے والے، اللہ کے خوف سے جلد روینے والے، نرم دل، خوش اخلاق، آپ کی ذات والاصفات نیکی کا نشان اور بھلائی کی پہچان تھی۔ آپ کی نورانی شخصیت حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ معجزہ تھی۔"

تیرے غلاموں میں بھی جو تیرا ہی عکس شانِ کرم نہ ہوتا  
تو بارگاہِ ازل سے ان کا خطاب "خیر الامم" نہ ہوتا

چنانچہ:

"توفیق الہی" — آپ کو ہر وقت حاصل تھی !

"تائید الہی" — آپ کے لیے مستعد تھی !

"فتح" — آپ کی دولت تھی !

"علم" — آپ کی عادت تھی !

"صدق" — آپ کی عفت تھی !

"مشاہدہ حق" — آپ کی شفا تھی ! اور

"ذکر الہی" — آپ کا معمول تھا ! لہ



# حق گوئی بے باکی

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ حق گوئی میں دنیا کی کسی طاقت کی پرواہ نہ کرتے۔ ایسے سرکاری مشائخ اور درباری ملاؤں کے آپ سخت کٹھن تھے جو ظالم بادشاہوں کی ہاں میں ہاں ملا کر دنیا کماتے ہیں۔ آپ ایسے درباری علماء کو برسر عام ذلیل و خوار کرتے تھے۔ ایک بار اسی قسم کے ایک سرکاری مولوی کو ڈانٹتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”تجھے شرم نہیں آتی تیری حرص و ہوس نے تجھے ظالموں کی خدمت گزار اور حرام خوری پر آمادہ کر دیا ہے۔ بھلا اس طرح تو کب تک حرام کھاتا رہے گا اور آخر کب تک ظالم بادشاہ کی ہاں میں ہاں ملاتا رہے گا؟“

یاد رکھ اس کی دنیاوی بادشاہت غضب ختم ہو جائے گی اور تجھے اپنے حقیقی بادشاہ کی خدمت میں پیش ہونا پڑے گا۔ جس کو کبھی زوال نہیں ہے۔

دینا پہ خاک طالب دنیا پہ خاک ہے

عشق خدا کر دکہ وہ بہتر ہے پاک ہے

غرض کہ حق گوئی کے سلسلہ میں آپ بڑی سے بڑی طاقت کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ حق بات آپ صاف کہتے۔ بے باکانہ کہتے اور دلیرانہ کہتے۔ اور کہتے وقت آپ پر کسی کی امانت و ریاست کا مطلق اثر نہ ہوتا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بہت سرگرم تھے۔ چنانچہ نیک بات کی ہدایت کرنا اور بری بات پر ٹوکنا آپ کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ خواہ کسی منصب کا آدمی ہو

کیسی ہی بلند حیثیت رکھتا ہو، کتابی صاحب اقتدار ہو۔ بری باتوں میں کوئی رعایت نہ کرتے  
 حق بات منہ پر کہتے تھے۔ وہ صاحب اقتدار امرار و وزیر ارجن کے نام سے سلطنت کے افراد  
 کانپ اٹھتے تھے۔ لیکن یہی لوگ جب آپ کی زبان حق بیان سے خود اپنے خلاف برسرعام تنقید  
 سنتے تو شرمندہ ہو جاتے۔ اللہ نے ایسا رعب و وقار عطا فرمایا تھا کہ امرار و وزیر امر کی حیثیت  
 خود خلیفہ وقت کو خلاف دین بات پر اس طرح ڈانٹ دینے لگے کہ وہ لرز اٹھتا تھا۔ چنانچہ  
 مشہور واقعہ ہے کہ اس زمانہ میں ایک امیر بڑا مغرور شدہ دولت میں چور اور کمزور واپس پر ظلم و  
 ستم توڑنے میں مشہور تھا۔ نام تھا "کچی بن سعید" خلیفہ نے کسی بات پر خوش ہو کر اُسے  
 بغداد شہر کا قاضی بنا دیا۔ قاضی ظالم، خلیفہ وقت کا تقرر، بھلا کس کی مجال جو زبان کھول  
 سکے۔ مجبور جمہور دوڑ بھاگے۔ آپ کے پاس آئے۔ آپ ہی اس عہد کے سب سے بڑے  
 قائد اور بے باک مدبر تھے۔ چنانچہ آپ نے اپنی ایک مجلس و عظیم میں جو خلیفہ کو موجود پایا تو  
 بر ملا ڈانٹ کر فرمایا:

"تو نے اللہ کے بندوں پر ایک ایسے شخص کو مسلط کر دیا ہے جو "انظلم الظالمین" ہے  
 کل قیامت میں جب تو "رب العالمین" کے روبرو پیش ہو گا جو "ارحم الراحمین" ہے تو کیسے  
 جواب دے گا۔؟"

یہ سن کر خلیفہ خوف سے لرزنے لگا۔ معافی مانگی اور اسی وقت قاضی کو معزول کر دیا۔

ہم نوا اظہار حق تو حوصلہ کی بات ہے

دار کی منزل ہو یا مرحلہ زنجیر کا

# غوث الاعظم کی سیاست

یہ وہ دور تھا جب بادشاہ مطلق العنان ہو کر تے تھے سلطان کی ذات ہر اعتراض سے بالاتر سمجھی جاتی تھی۔ کیا مجال کہ خلیفہ کو سرعام کوئی روکے ٹوکے۔ ذرا سی دیر میں حق گو معترض کی گردن اڑادی جاتی تھی۔ مگر ایک آپ کی ذات تھی کہ ہر خوف و خطر سے بالاتر تھی۔ حق کے مقابلہ میں آپ کسی بڑے سے بڑے آدمی کو خاطر میں نہ لاتے تھے۔ غلط بات پر خلیفہ تک سرعام تباہ دیتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ خلیفہ نے اپنے وزیر اعظم ابن سیرہ سے کہا کہ شیخ عبد القادر بربر عام میری توہین کرتے رہتے ہیں۔ اپنے مہمان خانے میں اُگے ہوئے کھجور کے درخت کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں "سرسئی نہ کر۔ باز آ۔ ورنہ تیرا سر اڑا دوں گا۔" چنانچہ سمجھنے والے سمجھتے ہیں کہ یہ اشارہ میری ذات کی طرف ہوتا ہے۔ اس سے میری سخت تذلیل ہوتی ہے۔ میری طرف سے تنہائی میں جا کر ان سے کہنا کہ خلیفہ وقت سے یہ بڑا واچھا نہیں جب کہ وہ خود حقوق خلافت کا بہتر علم رکھتے ہیں۔ چنانچہ وزیر اعظم سادہ لباس میں آپ کے مدرسے کے ایک کونے میں جا کر تنہائی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اس وقت آپ وعظ فرما رہے تھے۔ تمام حقیقت آپ پر منکشف ہو چکی تھی۔ چنانچہ وہیں سے بہ آواز بلند آپ نے اعلان فرمایا: "بے شک میں اس کا سر کاٹوں گا۔ جو مخلوق خدا پر رحم نہیں کھاتا وہ خود بھی کسی رحم کا مستحق نہیں ہو سکتا۔"

خلیفہ نے وزیر اعظم کی زبانی جب یہ اعلان عام سنا تو بدبہ غوثیت سے کانپ گیا۔ سادہ لباس میں ایک عام آدمی کی طرح خود دربار غوثیت میں حاضر ہوا۔ اور ایک طرف

کونے میں باادب بیٹھ گیا۔

عوث الاعظم نے دیکھا تو اسے مخاطب کر کے برسرِ مجلس فرمایا :

”دیکھ ! اللہ نے تجھ پر احسان کیا کہ تجھے تخت و تاج سے نوازا۔ ورنہ تجھ میں اور ایک عام آدمی میں کیا فرق؟۔ اگر ابھی تجھے پکا کر بازار میں فروخت کرنے کے لیے کھڑا کر دیا جائے تو تیس درہم سے زیادہ کوئی نہ لگائے۔ اس لیے اپنے مالک کا شکر ادا کر۔ اور شکر کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ مخلوق سے مہربانی کے ساتھ پیش آ۔ بس میں نے اپنا فرض پورا کیا۔ اگر اب بھی تو نے ظلم سے ہاتھ نہ روکا تو یہ سردھڑ پر نہ رہے گا۔ اور دنیا کا مالک اپنا سایہ تیرے سر سے ہٹا لے گا۔“

یہ سن کر خلیفہ لرز گیا۔ وہ جانتا تھا کہ بادشاہ ہونے کی حیثیت سے اس کے

احکام کی بجا آوری کے لیے تو حکومت کے کارندوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور

اس میں دیر سویر بھی ہو سکتی ہے۔ مگر احکام عوثینت کو بجالانے کے لیے کائنات کا ذرہ ذرہ

تیار بیٹھا ہے۔ عوث الاعظم کی زبان مبارک ہلنے کی دیر ہے کہ رجال الغیب کے مسلح لشکر

حکومتِ وقت کا اک آن میں سخت اُلٹ دیں گے۔

یہ سونچ کر خلیفہ زار و قطار رونے لگا۔ آپ کے دل میں یہ کہاں تا ب تھی کہ کسی کی آنکھ

میں آنسو دیکھ سکے۔ چنانچہ فوراً لہجہ نرم ہو گیا۔ دریا سے گرم جوش میں آیا۔ بشارتیں دینا شروع کر دیں

تجہ یہ کہ خلیفہ کے دل کی دنیا ہی بدل گئی۔ جب تک زندہ رہا آپ کا غلام بنا رہا۔ جو ہدایت دی

قبول کی جو حکم دیا پورا کیا۔ اسی طرح آپ اپنے دور میں عملاً حکومت کی مشینری پر قابض ہو چکے تھے

امرا۔ ووزرا۔ کا تو ذکر ہی کیا خود خلیفہ وقت فرمانروا رہتا تھا۔ چنانچہ حکومت و خلافت میں فقیرانہ

شان پیدا ہو گئی تھی۔

اگرچہ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تیسری صدی کے آخر میں خلافت عباسیہ کا زوال

شروع ہو گیا تھا اور المتوکل کے بعد تو خلافت برائے نام رہ گئی تھی۔ لیکن آپ کے زمانہ میں

خلافت کا دبدبہ پھر لوٹ آیا۔ چنانچہ المستنجد اور المقتضی طاقتور خلیفہ ہوتے جس کی روشن وجہ یہ تھی کہ ان کی سیاست حضور زین العابدین کی سیاست تھی۔ وہ سب آپ کے زیر اثر تھے اور آپ کے حکم کے مطابق حکومت کا کاروبار چلاتے تھے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دن میں بغداد کا نقشہ بدل گیا اور عالم اسلام میں حسین انقلاب آگیا۔

## روزمرہ کی زندگی کا دستور العمل !

نشان نشان محبوبی ، بیان سرِ مطلوبی  
 بسیرت مثل پیغمبر ، بصورت حسن بزدانی  
 (شاہ نیاز بریلوی)

دنیا میں بسریوں عسر ہوئی حق بات سنی ، حق بات کہی  
 ہر لمحہ عبادت میں گزارا ہر سانس مئے عرفاں میں ڈھلی  
 (شاعر لکھنوی)

شیخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی لفتح الہروری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عوث الاعظم کی چالیس سال تک مسلسل خدمت کی ان کا بیان ہے:

”میں نے اس طویل عرصہ کے دوران دیکھا کہ آپ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اس کے دوران کبھی خلیفہ بندا در دولت پر حاضر ہوا مگر آپ سے شرف ملاقات حاصل نہ کر سکا۔ کیونکہ آپ کو اپنے طریق عبادات سے فرحت نہ ملی۔“

آپ رات کے پہلے حصہ میں نماز پڑھتے پھر ذکر فرماتے۔ پھر آپ کا جسم ٹھلا ہونے لگتا اور مختصر ہو کر بہت چھوٹا سا رہ جاتا۔ اور پھر بعض اوقات بہت بڑا دکھائی دیتا۔ کبھی آپ کا جسم ہوا میں اڑتا دکھائی دیتا۔ رات کے تیسرے حصہ میں

آپ اکثر غائب ہو جاتے۔<sup>۱۷</sup>

آپ کی عادت تھی کہ سجدہ دراز فرماتے۔ نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ جاتے اور مراقبہ فرماتے۔ آپ کے جسم مبارک کو نور کی شعائیں اپنی لپیٹ میں لے لیتیں۔ ان نورانی شعاعوں سے آنکھیں چکاچوند ہو جاتی تھیں۔ بعض اوقات مجھے سلام کرنے کی آوازیں آتیں اور آپ وعلیکم السلام۔ کہتے۔ غرض کہ اس طرح آپ نماز صبح کے لیے باہر تشریف لے آتے۔<sup>۱۸</sup>

صبح سویرے آپ مسجد تشریف لے جاتے۔ حضرت امام احمد حنبل رضی اللہ عنہ کے مسلک کے مطابق نماز فجر اول وقت میں ادا فرماتے پھر دن چڑھے تک کلام پاک کی تلاوت کرتے رہتے۔ اشراق کی نماز پڑھ کر گھر تشریف لے جاتے۔ سب کی خیریت معلوم کرتے۔ بچوں کو پیار کرتے۔ آپ کی چار بیویاں تھیں۔ ہر ایک کی ضرورت دریافت فرما کر روزمرہ کا سودا سلف خریدنے بازار تشریف لے جاتے۔ راستے میں عقیدت مند جمع ہو جاتے۔ آپ سب پر شفقت فرماتے جاتے۔ گلی کوچوں میں بچے گھیر لیتے تو آپ انہیں پیار کرتے اور مٹھائی خرید کر ان میں تقسیم فرماتے۔ گھر کے کاموں سے فرصت پا کر اپنے مدرسے میں بیٹھتے۔ فقہ و حدیث کے درس کے بعد طلباء کی مشکلات حل فرماتے۔ لوگ استفسار لے کر آتے۔ تو آپ بڑی خندہ پیشانی سے جواب عنایت فرماتے۔ دوپہر کا دسترخوان بچھا تو مہمان اور طلباء سب ہی مل جل کر کھانا کھاتے۔ مگر آپ اکثر روزے دار ہونے کے سبب ہفتے میں صرف ایک دو بار ہی کھانا نوش فرماتے۔ یہاں بہت سے ضرورت مند بھی آجاتے۔ آپ تمام حاجت مندوں کو کھانا کپڑا اور ضروریات لی پزیریں مہیا فرماتے جو بھی نذر آتی تمام حاجت مندوں میں اسی وقت تقسیم فرمادیتے۔<sup>۱۹</sup>

۱۷ بیچۃ الاسرار

۱۸ تحفۃ قادریہ ص ۱۶۔ قلائد الجواہر ص ۲۶۱۸۔

مغرب کے وقت آپ کی افطاری میں جو کی ایک ٹکیا گھر سے آتی۔ ادھی خود کھاتے اور ادھی کسی عقیدت مند کو عنایت فرما دیتے۔ خدا معلوم کس بل پر جیتے تھے۔

شب میں محفل و عظ جمتی جس میں خاص و عام سبھی شریک ہوتے۔ علماء و اوزار کے علاوہ خود سلطان وقت حاضر ہوتا اور سر جھکا کر ایک طرف باادب بیٹھ جاتا اپنے وعظ سے آپ لوگوں کے ضمیروں کو اس قدر جھنجھوڑتے کہ لوگوں کی چنچیں نکل جاتیں خود خلیفہ وقت زار و قطار روتا۔ وعظ ختم ہوتا تو لوگ قطار و قطار نہایت عقیدت مندی سے آپ کے دست حق پرست پر مرید ہونے کے لیے آگے بڑھتے۔ غیر مسلم تائب ہو کر اسلام قبول کر لیتے۔ آخر آپ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے حجرے شریف میں تشریف لے جاتے۔ اور تمام رات یاد الہی میں جاگ کر گزار دیتے۔ زندگی میں آپ کو کبھی کسی نے سوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ دن رات میں ہر وقت ہی جاگتے ہوئے پائے گئے۔ خدا معلوم مستقل بے آرامی کے باوجود کس طرح زندہ و تابندہ تھے

ان کا سونا بھی عبادت جاگنا بھی بندگی

عاشقانِ مصطفیٰ کی بات ہی کچھ اور ہے

در اصل یہ آپ کی بڑھی چڑھی ہوئی روحانیت ہی کا کرشمہ تھا جس کے سبب آپ

ایسے مجیر العقول و ستودہ العمل پر کار فرما تھے۔ اس طرح تقریباً نصف صدی تک آپ

اپنی ذات و الاصفات سے علم و عرفان کا نور پھیلاتے رہے یہ

تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی

۱۔ قلائد الجواہر ص ۳، ۳۸۲۔ سہجۃ الاسرار ص ۲۳، ۹۴، ۹۵۔ سفینۃ الاولیاء ص ۶۴

اخبار الاخیار فارسی ص ۱، سطر ۲۰ تا ۲۴ -

# سر اپا شریف

تیرے رخسار و قد و حنیم کے ہیں عاشق زار  
 گل جدا ، سرو جدا ، زر گریں بیمار جدا  
 سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ علماء کا لباس زیب تن فرماتے تھے  
 جسم اقدس سخت عبادت و ریاضت کے سبب ہمیشہ کمزور رہا کرتا تھا  
 خوشبو سے جس کی عالم امکان مہلک تھا  
 وہ پیرہن وہ جسم معطر تو دیکھیے

سیدنا پاک کا:

- قرباک ————— درمیانہ تھا
- ابرو ————— باریک و پیوستہ
- لب ————— شگفتہ
- پیشانی ————— بلند
- سینہ ————— کشادہ



ریش مبارک ————— بڑی اور پُر نور

رخسارے ————— نورانی

چہرہ اقدس ————— ایسا روشن کہ

دیکھنے والوں کی نظر نہ ٹھہرے۔

نگاہ برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں؛  
وہ آدمی ہے مگر دیکھنے کی تاب نہیں

لب لہجہ ————— کسی قدر تیز اور بڑا پُر اثر مکتف۔

جمالِ لعل ————— کا یہ عالم تھا کہ دیکھتے ہی لوگ دل

گرفتہ ہو جاتے تھے۔

پُرمی ہے بزم میں جس شخص پر نگاہ تیری

وہ منہ کو پھیر کے کہتا ہے اُف پناہ تیری

مختصر یہ کہ آپ مجموعی طور پر نور کا پیکر جمیل تھے۔

رُخ محبوبِ سبمانی کے صدقے

میں اس تصویرِ نورانی کے صدقے

۱۰۔ بختِ الاسرار۔ قلائد الجواہر۔

# وصالِ حق

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را  
ہر زمان از غیب جانِ دیگر است

وصالِ پاک کے وقت سیدنا عوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر شریف اکیانوے

سال تھی۔

ربیع الثانی ۵۶۲ھ / ۱۱۶۶ء میں سخت علیل ہوئے۔ انتہائی ضعف و نفاہت کے باوجود آپ شخص کی بات کا جواب نہایت معقولیت سے دیتے۔ مرض دریافت کرنے پر فرماتے کہ میرے مرض کا حال خدا ہی کو معلوم ہے۔

وصال کے وقت انبیائے عظام، اولیائے کرام اور ملائکہ و جنات آپ سے روحانی طور پر ملاقات کرنے آتے رہے۔ خود فرماتے تھے کہ

”بے شک میرے پاس تمہارے ملاوہ کچھ اور حضرات بھی تشریف لائے ہیں۔ ان کے لئے جگہ فراخ کر دو۔“

ارواحِ مقررین کے آنے پر آپ ان کے سلام کا جواب بار بار دے رہے تھے۔

ایک رات آپ کی زبان پر یہ کلمات جاری رہے:

”میں کسی سے نہیں ڈرتا اور نہ ملک الموت سے کچھ اندیشہ رکھتا ہوں۔“

یومِ وصال آپ نے ایک طویل سجدہ کیا اور تمام مسلمانوں کے لیے بارگاہِ الہی

میں دعائیں مانگیں۔

وصال کے وقت آپ نے اپنے بیٹے سید عبدالوہاب جیلانی رحمۃ اللہ کو وصیت

فرمانی:

۱ - اپنے نفس پر تقویٰ کو لازم رکھنا۔

۲ - اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنا۔

۳ - توحید پر ثابت قدم رہنا۔

۴ - یاد رکھو۔ جو شخص اپنی ذات کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے تو دنیا کی تمام چیزیں اس کی ملکیت میں دے دی جاتی ہیں !!

آخر وقت تک آپ کی نورانی سانسوں میں ذکرِ حق سنا جاتا رہا۔ اس طرح ۱۱ ربیع الثانی بروز شنبہ ۱۵۶۱ھ / ۱۱۶۶ھ کو آخر کار آپ کو وصالِ حق حاصل ہو گیا۔

- نئے نورِ خدا، نورِ خدا میں ہوئے شامل

کیا مرتبہ قرب ہوا آپ کو حاصل

کیا راہ نئی ہوتے ہی رواں۔ آگئی منزل

نقطے کی طرح دائرے میں ہو گئے واصل

ممکن نہیں اب موج جدا ہولب جو سے

کیا رنگ ملا رنگ میں بول گئی بو سے

حضرت کی ولادت شریف ۱۱۶۶ھ میں ہوئی۔ ایک نوزائیدے برس کی عمر پائی اور ۱۵۶۲ھ

میں وصال ہوا۔ ولادت شریف کی تاریخ لفظ "عاشق" اور عمر شریف کی لفظ "کمال"

سے نکلتی ہے۔ "مستوقِ الہی" سے وصال نکلتا ہے۔

سینش "کامل" و "عاشق" تولد

وصالش واں ز "مستوقِ الہی"

سینا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصالِ پاک کی خبر سن کر لوگوں کا اس قدر

ہجوم ہو گیا کہ آپ کے متعلقین اور اہل خاندان آپ کا جنازہ دن کے وقت نہ اٹھا سکے

کیونکہ کثرتِ ہجوم کے سبب سڑک پر گزرنا مشکل تھا۔ اسی انہوہ کثیر کے باعث آپ کی میت کو دفن کرنا ناممکن ہو گیا۔ آخر رات کے وقت آپ کی تجہیز و تکفین ہوئی۔

اب تو پھولے نہ سمایا گئے کفن میں عاصی

ہے شبِ گور بھی اس کے ملاقات کی رات

آپ کے مدرسے میں آپ کا جسدِ مبارک دفن کر کے دروازہ رات کو بند کر دیا گیا لیکن صبح کو مدرسہ کا دروازہ کھلتے ہی ہزار ہا لوگ مزارِ اقدس پر فاتحہ خوانی کے لیے اُٹھ پڑے۔ اس کے بعد بھی یہ سلسلہ عرصہ دراز تک جاری رہا اور دو دروازے لوگ جو حق درجوق صبح و شام مزارِ اقدس پر حاضر ہوتے رہے۔ اور آج بھی بغداد شریعت میں آپ کا مزار پر انوارِ زیارت گاہِ خاص و عام ہے۔

یہیں زیرِ مزار، خوابِ راحت میں حضور

اب بھی بے مگر فیض سے عالم معمور

یہ سب خفی ہے عینِ اعلانِ ظہور

فانوس میں شمع، ساری محفل میں نور

۱۰ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ۔

# فیض قادری

قادری گلشن رہے گا تا ابد پھولا پھولا  
حشر تک لیتے رہیں گے لوگ نامِ غوثِ پاک

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ وصالِ حق کے بعد صرف ہماری ظاہری آنکھوں  
سے مستور ہوتے ہیں۔ ورنہ روحانی طور پر آپ کسی سے دور نہیں۔

نا فہمی اپنی پردہ دیدار کے لیے  
ورنہ کوئی نقاب نہیں یار کے لیے

چنانچہ اس سے پہلے جس طرح آپ لاکھوں انسانوں کو فیضِ باب فرماتے تھے۔ اسی  
طرح آج بھی آپ اپنے معتقدین کو نوازتے ہیں۔

اے ذوق دیدِ مژدہ کہ لیلائے رنگِ دبو  
چشکی میں سے نقاب کا گوشہ لیے ہوئے؛

آپ کی نورانی تعلیمات ہر شخص کی رہبری کے لیے ہر جگہ موجود ہیں۔ آپ کے علم و  
عمل کا تذکرہ ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے گا۔

زندگی کتنی تیز رو ہے مگر...

ساتھ ساتھ آرہی ہے تیری یاد

بالواسطہ یا بلا واسطہ آپ کا فیضِ روحانی قیامت تک کے لیے جاری و ساری ہے۔

کس طرح میں تجھے مردہ کہوں، مردہ سمجھوں  
تجھ سے زندہ ہوں، تیرے ساتھ ہی میں زندہ ہوں

فیض قادری — سلسلہ نقشبندیہ میں

۱۔ قدم اس کے خود آ کے منزل نے چومے  
بنے جس کے بھی رہنما غوث الاعظم  
حضرت غوث الاعظم نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا تھا کہ ”ڈیڑھ سو سال بعد ایک  
درویش ’بہاؤ الدین‘ نامی ’بخارا‘ میں پیدا ہو گا جو ہم سے خاص نعمت پائے گا۔ چنانچہ  
جب حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے میدان سلوک میں قدم رکھا تو  
حضرت خضر علیہ السلام کے اشارے پر آپ حضرت غوث الاعظم کی روحانیت کی طرف  
متوجہ ہوئے۔ اور ”ایغاث، ایغاث، یا محبوب سبحانی“ پکارتے ہوئے سو گئے۔ سوتے  
ہی خواب میں سیدنا غوث الاعظم کے فیوض و برکات سے نوازے گئے۔

مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر

کون سی کشت پر برسا نہیں جھالا تیرا  
(رہنما بریلوی)

”جو اہر مجددیہ“ میں ہے کہ سیدنا غوث الاعظم کا خرقہ شریف حضرت شاہ کمال  
قادری کسٹھلی رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے شاہ سکندر قادری کو پہنچا اور انہوں نے حضرت مجدد  
رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرمایا۔

کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز

کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

”زبدۃ المفاتیح“ میں خود حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کا قول درج ہے:

”خرقہ شریف کے سبب مجھ پر انوار و تجلیات کا کثرت سے نزول ہوا“

حضرت شاہ کمال الدین قادری کسٹھلی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا ہی سے حضرت مجدد رحمۃ اللہ

علیہ کی ولادت شریف ہوئی پھر جب بچپن میں آپ شدید بیمار ہوئے تو شاہ کمال قادری

کی نظر عنایت ہی سے شفا یابی حاصل ہوئی اور پھر اس پر کرم بالائے کرم یہ ہوا کہ شاہ صاحب

نے اپنا لعاب دہن حضرت مجدد صاحب کے منہ میں ڈالنے ہوئے یہ مژدہ سنایا:

”اسے ہم نے اپنی فرزندگی میں لے لیا ہے۔ اس کے ذریعہ سے بہت سی مخلوق درجہ کمال کو پہنچے گی۔“

چنانچہ فیض قادری کے طفیل شہباز لامکانی۔ امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس عروج و کمال تک پہنچے۔ اس کا اقرار کرتے ہوئے خود مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

”مجھے نسبت فرودیت جو اولیائے امت کا آخری عروج اپنے والد شیخ عبد الاحد قادری رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہوئی ہے۔ اور ان کو یہ دولت حضرت شاہ کمال قادری کبیر نے عطا فرمائی تھی۔“

زمانہ لے کے جسے آفتاب کرتا ہے

انہیں کی خاک میں پوشیدہ ہے چنگاری

امام ربانی مجدد الف ثانی سیدنا شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں:

”میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وصال سے قبل اس مقام ولایت کے بلجا و ماویٰ تھے اور جس کو اس راستہ سے فیض پہنچتا تھا ان ہی کے توسل سے پہنچتا تھا۔ جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا تو یہ اونچے درجہ کا منصب حضرات حنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بالترتیب حاصل ہوا۔ ان کے بعد بالترتیب بارہ اماموں کو پہنچتا رہا۔ اور اسی طرح ان بزرگوں کے وصال کے بعد جس کسی کو فیض پہنچتا ہے ان ہی کے توسل سے پہنچتا ہے۔ اور بعد ازاں جتنے بھی اقطاب اور اولیاء اللہ ہوئے ہیں ان کے بلجا و ماویٰ بھی وہی ہیں۔ کیونکہ اطراف کو لا محالہ مرکز سے ملنا ہی پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی

قدس سرہ العزیز اس مرتبہ عالی تک پہنچ گئے اور یہ مرتبہ آپ کو مل گیا۔  
 مذکورہ بالا ناموں اور حضرت شیخ قدس سرہ کے درمیان کوئی شخص اس مرتبہ  
 پر نہیں ہے اور اب اس راستے میں جس قدر فیوض و برکات اولیاء اللہ کو  
 پہنچتی ہیں ان کے ذریعہ سے پہنچتی ہیں۔ کیونکہ فیض کا یہ مرکز ان کے بغیر کسی  
 کو نہیں ملا۔ ۱۰

سلسلہ نقشبندیہ کے دوسرے بہت بڑے شیخ مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ

اعتراف فرماتے ہیں :

حضرت عنوث اعظم سے سلسلہ قادریہ کے خرقہ اجازت کا تبرک حاصل کرنے  
 کے بعد میرے باطن میں نسبت قادریہ کی برکات کا احساس ہونے لگا اور  
 سینہ قادری نسبت کے انوار سے پُر ہو گیا..... قادری نسبت  
 میں انوار کی چمک بہت ہے، ۱۱

مشائخ جہاں آئیں بہر گدالیٰ

وہ ہے تیری دولت سر عنوث اعظم؛

آج ان ذروں کو بھی ناز اپنی تابانی پہ ہے؛

تیرے در کا نقش سجدہ جن کی پشانی پہ ہے

جن بزرگ ہستیوں نے آپ سے فیض حاصل کرنے کے بعد شہرت حاصل کی ان

میں سرفہرست حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین عمر سہروردی بغدادی رحمۃ اللہ

علیہ کا نام نامی اسم گرامی ہے جنہوں نے سیدنا عنوث الاعظم سے فیض حاصل کیا۔ اور

سلسلہ سہروردیہ کے بانی مبانی کہلائے۔

۱۰ کتب شریف فارسی ج ۲ ص ۲۵۱، ۲۵۲۔ مکتوب نمبر ۱۲۳ دفتر سوم مطبوعہ دہلی۔

۱۱ مقامات منبری ص ۳۸۔



فیض قادری - سلسلہ سہروردیہ میں | چنانچہ خود شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے

ہیں کہ:

میں آغاز جوانی میں عقل کا بڑا تیز تھا۔ علم کلام۔ فلسفہ یونانی اور علوم مناظرہ مجادلہ وغیرہ پر مجھے بڑا عبور حاصل تھا۔ میرے چچا جان اکثر مجھے ایسے علوم سے روکتے رہتے تھے۔ مگر میں باز نہ آتا تھا۔ ایک دن میرے چچا جان مجھے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے جا کر عرض کرنے لگے۔ یا سیدی! یہ میرا بھتیجا علم کلام اور فلسفہ میں مشغول ہے۔ میں نے بارہا منع کیا مگر یہ باز نہیں آتا۔ آپ نے میری طرف توجہ فرماتے ہوئے کہا: عمر! تمہیں کون کون سی کتب یاد ہیں، میں نے بتایا فلاں فلاں کتاب، یہ سنتے ہی آپ نے اپنا ہاتھ میرے سینے پر پھیرا۔ خدا کی قسم! ابھی آپ کا ہاتھ میرے سینے سے جدا نہ ہوا تھا کہ ان کتابوں کا ایک لفظ بھی مجھے یاد نہ رہا۔ ان کتابوں کے تمام مسائل میرے ذہن سے نکل گئے۔ اور اس کے ساتھ ہی میرا سینہ علم لدنی سے بھر گیا۔ اور جب میں آپ کے آستانہ عالیہ سے واپس ہوا تو علم و حکمت اور علم لدنی میری زبان پر جاری تھا۔

نیز آپ نے مجھے ارشاد فرمایا۔ تم عراق کے متاخرین میں شہرہ آفاق شخصیت ہو گے! لہ

۱۔ بہجۃ الاسرار ص ۳۲-۳۳۔ قلائد الجواہر ص ۳۰، ۲۹۔ نغمات الانس فارسی

ص ۳۵۴۔ تحفۃ القادریہ ص ۲۶، ۲۷۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عوث پاک کی شان میں یوں

رطبُ اللسان ہیں:

”حق تعالیٰ نے آنجناب کو وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ دو روز نزدیک یکساں  
تصرف فرماتے ہیں۔ آپ اپنے ہم عصر اور بعد میں آنے والے تمام اولیائے  
کرام کے لیے حصول ولایت اور حصول فیوضات کا وسیلہ مگرے اور  
واسطہ عظمیٰ ہیں۔“

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے عوث الاعظم کو قطبیت کبریٰ اور ولایت عظمیٰ عطا فرمائی  
ہے۔ تمام اولیائے وقت حاضر و غائب۔ قریب و بعید اور ظاہر و باطن  
سب کے سب آپ کے فرمانبردار ہیں و جس سے ہو گئے ہیں کہ انہیں  
راندہ درگاہ ہونے کا خوف اور زیادتی مراتب کا شوق اس امر پر مجبور کرتا ہے  
غرض کہ سلسلہ قادریہ سے منسلک ہو کر لاتعداد اولیائے کرام فیض یاب ہوتے  
چلے آ رہے ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔“

ارض ہندوستان میں فیض یاب ہونے والے چند قادری حضرات کے  
اسمائے گرامی درج ذیل کیے جاتے ہیں:

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ،  
حضرت اخوند صاحب رحمۃ اللہ علیہ سوات۔ امام اہل سنت احمد رضا خان صاحب بریلوی  
حضرت نوشہ گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، سپد پاک موسیٰ شہید علیہ الرحمۃ۔ شاہ عبد الرزاق بانسوی

۱۔ ہمت۔

۲۔ اخبار الاخبار۔

رحمۃ اللہ علیہ، شاہ محمد غوث قادری لاہوری، شاہ جلال قادری رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ وغیرہ۔

بچ گئے دُنکے جہاں میں اولیاء اللہ کے

سجدہ گاہِ مومنین ہے نقشِ پائے غوثِ پاک

← پیرانِ پیر کے مرید کی شان →

غوثِ الاعظم بمن بے سرو سامان مدد

قبلہ دیں مدد، کعبہٴ ایماں مدد!

عارفِ کامل شیخ علی ہیتنی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے :

”میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا کہ جس پر غوثِ الاعظم کی نظرِ کرم ہو اور اسے خرقہ ملا ہو تو برکاتِ عالیہ کا اس پر ہجوم نہ ہو گیا ہو۔“

خود سیدنا غوثِ الاعظم نے فرمایا:

”مجھے اپنے پروردگار کی قسم ہے کہ میرا ہاتھ اپنے مرید پر ہے۔ میں اپنے مرید پر اس طرح چھایا ہوا ہوں جس طرح زمین پر آسمان کا سایہ ہے۔ مجھے اپنے پروردگار کی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میرا قدم اس وقت تک جنت کو نہیں اٹھے گا، جب تک کہ میں سارے مریدوں کو جنت میں داخل نہ کر لوں۔“

محشر میں میرا دامن اب چھوڑنے نہیں ہیں

اللہ یہ وہی ہیں جن کو ترس گیا ہوں

شیخ ابوالقاسم عمر بن ادریس رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت غوثِ الاعظم سے معلوم کیا کہ:

”اگر کوئی شخص آپ کا ذکر زبان پر لائے، لیکن اسے نہ تو آپ سے بیعت نصیب ہوئی ہو، نہ خرقہ ملا ہو، نہ خلافت عطا ہوئی ہو، تو کیا وہ بھی اس

زمرہ میں آئے گا۔؟

اس پر آپ نے فرمایا:

”جو شخص صرف میرے نام سے نسبت رکھے گا، یا مجھ سے دل میں حُسنِ اعتقاد رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرے گا خواہ وہ مجھے کتنی ہی دور کیوں نہ ہو۔ اپنے پروردگار کی قسم! مجھ سے اللہ پاک نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میرے دوستوں، محبت کرنے والوں، نام پیکارنے والوں اور حُسنِ اعتقاد رکھنے والوں کو جنت میں داخل کرے گا۔“

میں قادری ہوں سکر ہے رب تقدیر کا

دامن ہے میرے ہاتھ میں پیران پیر کا

فخر المحدثین حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مژدہ جانفزا

”اخبار الاخیار“ شریف میں فرماتے ہیں:

۱۔ ”فرمایا حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قیامت تک میرے مریدوں سے جو گھوڑے پر سوار ہو اور پھسل پڑے۔ میں اس کی مدد کرتا ہوں اور فرمایا کہ ہر زمانہ میں میرا ایک زبردست مرید ہوتا ہے کہ اس کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا، ہر شکر میں میرا ایک سلطان ہے کہ اس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی۔ اور ہر مرتبہ میں میرا ایک خلیفہ ہے جو معزول نہیں کیا جاسکتا۔ اور فرمایا جس وقت بھی تم اللہ سے کوئی چیز مانگو تو میرے وسیلہ سے مانگو تاکہ تمہاری حاجت پوری ہو جائے جو شخص کسی مصیبت میں مجھ سے امداد طلب کرے اس کی مصیبت دور کی جاتی ہے۔“

# یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً اللہ!

حسرت کوئی مدد نہ کرے کیا نہ اکتے

کافی ہیں عذت الا عظم جیلاں میرے لیے (حسرت موہانی)

یہ عمل بڑے بڑے اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کا وظیفہ حیات رہا ہے۔ اس کی برکت سے راہِ طریقت کی اہلیٰ منزلیں سر ہوتی ہیں۔ اور سخت مشکلیں حل ہوتی ہیں یہ وہ عمل ہے جس کے وسیلے سے دلی مراد بر آتی ہے۔ اس کی تاثیر بندے کو خدا سے ملا دیتی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے ختم شریف کی ترکیب یوں تحریر فرمائی ہے:

”اول دو رکعت نماز نفل پڑھیں پھر ایک سو بار درود شریف اور ایک سو بار کلمہ تجید پڑھیں۔ اس کے بعد ایک سو بار: یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیاً اللہ پڑھیں۔ بعدہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر ایک سو گیارہ مرتبہ درود شریف پڑھیں۔“

مولوی اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں:

يَا سَيِّدِي يَا لَلَّهِ شَيْئًا مِنْهُ  
أَنْتُمْ لِي الْمَجْرِي وَإِنِّي جَارِي

لے اتباہ فی سلاسل اولیاء۔

لے کرامات امدادیہ ص ۳۔ مطبوعہ دیوبند۔ تذکرۃ الرشید ص ۱۱۳، ۱۱۵۔

ترجمہ: میرے سردار خدا کے واسطے کچھ تو دیجیے۔ آپ معطلی ہیں میرے، میں ہوں،  
سوالی اللہ۔

## صلوٰۃ غوثیہ

جو کوئی دو رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ  
اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھے۔ پھر سلام پھیر کر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم درود و سلام بھیجے پھر  
سزاق (بغداد شریف) کی سمت میرا نام لیتا ہو اگیارہ قدم چلے اور ہر قدم پر میرا نام یاد کر کے  
اپنی حاجت اللہ تعالیٰ سے مانگے تو اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے اس کی حاجت پوری  
کر دے گا۔ ۱۷

امام غیر متقلدین مولوی ثناء اللہ امرتسری کا اعلان ہے کہ:  
”ہم جماعت اہل حدیث“ کے افراد یہ یقین رکھتے ہیں کہ شیخ عبد القادر  
جیلانی قدس سرہ بڑے بڑے موجد اور پورے متبع سنت تھے۔ جن کو  
آج کل کی اصطلاح میں ”اہل حدیث“ کہا جاتا ہے۔ ۱۷  
یہی اب شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نورانی عقائد بھی سن لیجئے جن کی  
تعلیم دیتے ہوئے خود شیخ فرماتے ہیں:

”ہمارے امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے رسالہ میں  
حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت درج فرماتے ہیں:  
”بے شک ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا

۱۷ تفریح الخاطر ص ۵۶۔ بہجۃ الاسرار ص ۱۰۲۔ قلائد الجواہر ص ۳۶۔ اخبار الاخبار۔

۱۸ اہل حدیث ص ۱۳، جون سنہ ۱۹۷۱ء۔

کہ جب امام بکیر کہے تو تم بکیر کہو اور (وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَوِ) جب امام قرأت پڑھے تو خاموشی سے متوجہ ہو کر سنو۔<sup>۱۷</sup>  
 نماز تراویح کے متعلق آپ فرماتے ہیں:  
 (ہی عشرون رکعتاً) اس کی تعداد بیس رکعت ہے۔<sup>۱۸</sup>  
 اس کے علاوہ غوث الاعظم نے فرمایا:  
 "بزرگوں کی تعظیم کے لیے اٹھ کھڑے ہونا مستحب ہے۔"<sup>۱۹</sup>

## ازواج و اولاد

خوشادے کہ دہندش ولاتے آل رسول  
 خشتائے کونکہ ش فداے آل رسول

۲۶ سیدنا غوث الاعظم نے چار بیویوں سے شادی کی جن سے کثیر اولاد ہوئی۔ آپ کے ستائیس لڑکے اور بائیس لڑکیاں تھیں جن کی اولاد خوب پھیلی پھولی۔ آپ کی ساری اولاد صاحب فضل و کمال اور مستجاب الدعوات ہوئی۔ آپ کے نئے دصال کے بعد آپ کی اولاد تمام عالم اسلام میں پھیل گئی۔ موجودہ سادات گیلانی آپ ہی کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی طرح آپ کی اولاد کی بھی قابل قدر تصنیفات موجود ہیں۔

آپ کے جلیل القدر صاحبزادگان میں سے مندرجہ ذیل بہت زیادہ مشہور ہوئے:

سیدنا شیخ عبدالوہاب

۱۷ فیتہ الطالبین ص ۳۹۔

۱۸ " ص ۲۸۹۔

۱۹ " ص ۳۱۔

سیدنا شیخ نیسی

سیدنا شیخ عبدالعزیز

سیدنا شیخ عبدالجبار

سیدنا شیخ عبدالرزاق

سیدنا شیخ محمد

سیدنا شیخ عبداللہ

سیدنا شیخ یحییٰ

سیدنا شیخ موسیٰ

سیدنا شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

## غوث الاعظم کی اولاد کا منصب علی

ہر دور میں سلاطین وقت نے آپ کی اولاد کی عزت و توقیر کی ہے۔ ازراہ قدر دانی انہیں سفارت و وزارت اور رعایت کے جلیل القدر عہدوں پر فائز کیا۔ اسی طرح عوام الناس نے بھی ہر زمانے میں آپ کی اولاد سے پورنی پورنی عقیدت مندی کا ثبوت دیا۔ خود عراق والے کسی بڑے سے بڑے آدمی سے اس قدر نہیں دبتے جس قدر اس خانوادے کے کسی شہزادے کی قدر و منزلت کرتے۔ ان میں زہد و تقویٰ اور خیر فلاح کے لحاظ سے جو سب سے زیادہ آگے ہوتا حکومت عراق اسے نقیب اشراف کے منصب پر فائز کرتی تاکہ دربار کے حالات اور اوقاف کے معاملات کی صحیح دیکھ بھال ہو سکے۔ فقیروں اور زما داروں کی خبر گیری بھی ان کے ذمہ ہوتی۔ یہ عہدے ہمیشہ آپ ہی کے خاندان میں رہے۔ چنانچہ ۱۸۹۴ء میں شیخ المشائخ حضرت علی النقیب رحمۃ اللہ علیہ مسلمانان عالم کے روحانی پیشوا اور اوقاف قادریہ کے متولی تھے۔ ترکی کے سلطان غازی عبدالحمید



آپ ہی کے مرید تھے۔

حضرت کے صاحبزادے شیخ المشائخ حضرت عبدالرحمن رحمۃ اللہ علیہ حکومت عراق کے وزیر اعظم تھے۔ ۱۹۱۹ء میں انگریزوں نے عراق پر آپ کا اثر دیکھ کر عراق کی حکومت آپ کو پیش کی۔ مگر آپ نے انگریزوں کے ماتحت یہ بادشاہت قبول نہ فرمائی۔ آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے شیخ المشائخ سید محمود حسام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بھی انگریزوں نے عراق کی حکومت پیش کی مگر آپ نے بھی قبول نہ کی۔ کیونکہ آپ کو حقیقی بادشاہت حاصل تھی جو بخل خلاق ہونے کے سبب ہر جھوٹا بڑا آپ کی بہت عزت کرتا تھا۔ اسی طرح السید پیر سید حسن گیلانی افغانستان میں سلسلہ قادریہ کے سربراہ تھے۔ سچہ سچہ نے حکومت کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد تخت و تاج آپ کو پیش کرنا چاہا مگر آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا:

” درویش کو بادشاہت سے کیا تعلق؟ ہم اپنی اقلیم کے خود بادشاہ ہوتے ہیں!“

۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۱ء تک عراق میں السید ہاشم مسعود نقیب الاشرف کے منصب پر فائز رہے۔ اور ۱۹۴۱ء سے ۱۹۵۲ء تک السید احمد عاصم نقیب الاشرف رہے۔ غلام محمد گورنر جنرل پاکستان کی دعوت پر آپ پاکستان بھی تشریف لائے تھے۔ آج کل السید شیخ ابراہیم سیف الدین بغداد تشریف کے حالیہ نقیب الاشرف ہیں۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کو بڑی وسعت دی۔ ہندو پاک میں آپ کے لاکھوں مرید موجود ہیں۔ جولائی ۱۹۴۸ء میں حکومت عراق کی طرف سے سید عبد القادر گیلانی سفیر بن کر تشریف لائے اور آخر وقت تک یہیں رہے۔ وہ حکومت عراق کے سیاسی سفیر ہی نہیں بلکہ شیخ بغداد عوث الاعظم کی روحانی برکات کے سفیر بھی تھے۔ جن کی تشریف آوری سے بے شمار لوگ مستفیذ ہوئے۔ موصوف نے کراچی میں مرکز القادری قائم کیا جس سے اب بھی

روحانی فیض کے سوتے پھوٹ رہے ہیں

اسلام کی اشاعت اور دین کی سر بلندی کے لیے دنیا کے کسی گوشے میں کوئی تحریک ابھری اس میں کسی نہ کسی حیثیت سے سید عبدالقادر گیلانی کا نام ضرور شامل رہا۔ وہ اسلام کے سچے شیدائی تھے۔ انہوں نے پاکستان کو اپنا وطن بنا لیا تھا اور یہیں آسودہ خاک ہوئے۔  
۲۶ مارچ ۱۹۷۶ء حضرت کے وصال کی تاریخ ہے۔

راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام

باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا

یہ بھی ایک تاریخی حقیقت ہے کہ

غوث الاعظم کی اولاد کو ایند اپنچانے کی سزا | سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی اولاد کو جس کسی نے اذیت پہنچائی تو وہ اذیت پہنچانے والے کی ذات اور اس کی اولاد کی تباہی کا باعث بنی۔ چنانچہ علامہ محمد بن یحییٰ حلبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس حقیقت کو پختہ خود دیکھا کہ ایک دفعہ نائب جماہ نصوح نے آپ کی اولاد میں سے شیخ احمد بن شیخ قاسم علیہ الرحمۃ کو اذیت پہنچائی تو چند ہی دنوں میں اللہ پاک نے اس کی جڑ بنیاد سے اکھیر دی اور اس ظالم کی اولاد میں سے کوئی بھی باقی نہ رہا۔

## تصانیف مبارکہ

سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے بہت گراں قدر کتابیں یادگار چھوڑی ہیں جن میں علم و حکمت کے موتی روئے ہیں۔ ان نورانی کتابوں میں انبیائے کرام کے مقامات سے لے کر اوپائے کرام کے احوال تک سیر حاصل روشنی ڈالی گئی ہے۔ دریائے معرفت

میں غوط لگانے والوں کے لیے آپ کا ہر دُعا عظیم دُرِ نایاب ہے۔ آپ کا ہر کلمہ کرامت ہے جس سے تڑکیہ نفس ہوتا ہے اور باطنی اسرار کھلتے ہیں۔ آپ کی تصانیف کے مطالعہ سے عجب سرور اور اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے۔ دقائق و حقائق اور معارف کا انکشاف ہوتا ہے۔ چند مشہور و معروف کتب کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ "غیۃ الطالبین"

۲۔ "فتوح الغیب"

۳۔ "الفتح الربانی"

۴۔ "قصیدہ غوثیہ شریف"

۵۔ "مکتوبات محبوب سبحانی"

۶۔ "کبریٰ احمد"

۷۔ "دیوان غوث الاعظم۔ وغیرہ وغیرہ۔"

**شعر و شاعری** | آپ عربی زبان کے ایک بے مثل شاعر تھے۔ آپ نے اپنے شاعرانہ عظمتوں اور علمی نعمتوں کو اللہ رسول کی خوشنودی کے لیے استعمال کیا۔ دیوان غوث الاعظم حضرت کا مجموعہ کلام ہے جو عارفانہ حقائق کا خزانہ ہے۔ اور اسرار الہی کا گنجینہ ہے۔ نمونہ کلام کے طور پر آپ کی ایک غزل (ترجمہ کے ساتھ نقل کی جاتی ہے۔

## نمونہ کلام

گلشنِ صدرنگ بُو ہے مصرعہ مصرعہ شعر شعر  
ہے بہشتِ معرفت گویا کلامِ غوثِ پاک! (اخترالحامدی)

بے حجابانہ در آتا در کاشانہ ما  
اے محبوب۔ ہمارے خانہٴ دل میں بے پردہ چلا آ  
کہ کسے نیست بجز دردِ تو در خانہٴ ما  
کہ اس گھر میں تیرے درد کے سوا کوئی عزیز نہیں  
فتنہ انگیز مشو، کاکلِ مشکیں مکشا  
اپنی ہبکتی ہوئی سیاہ زلفوں کو بھیر کر فتنے برپا نہ کر  
تاب زنجیر ندارد دل دیوانہ ما  
ہمارا دیوانہ دل اس زنجیر کی تاب نہیں لا سکتا۔  
گر نکیر آید و پرسد کہ بگو رب تو کیست؟  
اگر میری قبر میں نکیرین آتے اور پوچھا کہ تیرا رب کون ہے۔  
گویم آں کس کہ ربود این دل دیوانہ ما  
تو میں کہوں گا وہی ہے جو میرے دل دیوانہ گولے گی

مُرْعِ بَارِعِ مَلَكُوتِيْمِ، دَرِيں دِيرِ خِرَابِ  
 اس ديرانِ دِنِيَا ميں ہم بارِعِ مَلَكُوتِ كِے مَبْلِ يِں  
 مَبِشْتُوْدِ نُوْرِ تَجَلَّائِيْ خُدا دَانِہِ مَا  
 ہمارا دانہ (غذا) نورِ اِلهِي كِے تَجَلِّيَاں يِں  
 "مَحِي" بِرِ شَمِيعِ تَجَلَّائِيْ جَمَالِشِ مِي سُوخْتِ  
 اِپنِے مَحْبُوْبِ كِے حِسنِ وِ جَمَالِ كِے شَمِيعِ پَرِ "مَحِي" جَلِ مَرَا  
 دُوَسْتِ مِے كُفْتِ زِہِے ہِمْتِ مَرْدَانِہِ مَا  
 يِہِ ہِمْتِ مَرْدَانِہِ دِيكھِ كِرْخُوْدِ مَحْبُوْبِ بِيَاخْتِہِ پِكارِ اِنھَا كِرْ شَابَاشِ:



سیدنا عوث الاعظم ربیع الثانی ۵۶ھ کو عالم استغراق میں غرق تھے۔ اسی  
 کیفیت و سرشاری میں یہ نورانی اشعار موزوں ہوئے۔

## ملفوظات گرامی

تا پ گویائی زبان میں جب تک باقی رہے

آپ کی شیرینی گفتار کی باتیں کہیں

اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ تڑکیہ نفس کرو :-

پانچ وقت نماز کی پابندی کرو اور اپنی ہر نماز اس طرح ادا کرو گویا

یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے ۔

پہلے علم حاصل کرو اس کے بعد (عبادت و ریاضت کے لیے) گوشہ نشینی

اختیار کرو۔ کیونکہ جہالت کی وجہ سے (آدمی) اپنے کاموں کو سدھارنے کے بجائے

بگاڑ لیتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے سوا سب کو بھول جاؤ۔ لیکن شریعت کے چراع کو ہمیشہ

جتنا رکھو تا کہ راستے کی رہزنی اور اندھیرے میں کسی گڑھے میں گرنے سے

محفوظ رہو ۔

احکام الہی پر کار بند ہو جا۔ کابل اور سست بن کر بے کار پڑا نہ رہ ۔ مبادا

تجھے تیرا رب مبتلائے عذاب کر دے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ارشاد فرمایا ہے کہ : جب بندہ عمل میں کوتاہی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اسے فکر میں مبتلا کر دیتا ہے ۔ ان چیزوں کی فکر میں مبتلا کرتا ہے جو

اس کے مقسوم میں نہیں ۔ اہل و عیال کی فکر میں ۔ بیوی بچوں کی تکلیف

میں ۔ روزگار کے اندر منافع کی کمی میں ۔ اولاد کے نافرمان بن جانے اور

بیوی کے ساتھ باہم نفرت ہو جانے میں وہ جدھر بھی جاتا ہے ٹھوکر کھاتا ہے  
یہ سب سزا ہے حق تعالیٰ کی اطاعت میں کوتاہی کرنے کی۔

خالق کا شکوہ — مخلوق سے مت کر بلکہ خود اس سے کر کہ وہی قادرِ مطلق  
ہے۔ اس کے سوا دوسرا تو کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے علم کو وسیع کرتا ہے۔  
اور اس کو علم لدنی سکھاتا ہے۔

بندہ گناہوں کو خوفِ الہی کی وجہ سے نہیں بلکہ صرف جیا کی وجہ سے ترک کرے  
اور دل میں سوچے کہ اللہ پاک میری ہر حالت سے خبردار ہے اس لیے  
اس سے ڈرنا ہے۔

تصوف یہ ہے کہ صوفی دنیا سے قطع تعلق کر کے مخلوق خدا کی  
خدمت کرے۔

دل کی تشویش اور فکر کا نام "مجتب" ہے جو فراقِ محبوب میں  
حاصل ہوتی ہے۔ ایسی حالت میں عاشق کو دنیا ماتم کہہ نظر آتی ہے۔  
اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو ہر حال میں مقدم جان کر اس کی طرف  
رجوع کرنے کا نام "دفاع" ہے۔

"صدیق" کا مرتبہ یہ ہے کہ اگر اس کی ظاہری آنکھوں سے پردہ بھی اٹھا  
کر اس بات کو دکھادی جائے تو اس کے یقین و ایمان میں جو پردہ اٹھنے سے  
پہلے تھا کسی قسم کی زیادتی نہ ہو

"اخلاص" یہ ہے کہ اعمال کا معاوضہ حاصل کرنے کا ارادہ نہ کیا جائے۔

اے عزیزو تم سے اکثر کہا جاتا ہے لیکن تم نہیں سنتے اگر سنتے ہو تو سمجھتے نہیں اگر کچھ سمجھ لیتے ہو تو عمل نہیں کرتے اور عمل بھی کر لو تو اکثر اعمال ایسے ہوتے ہیں جن میں "اخلاص" کا نام تک نہیں ہوتا۔

نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا "شکر" ہے۔ اس شخص کی صحبت اختیار کر جو "تقویٰ" اور علم میں تجھ سے بڑھ کر ہو۔ کابل مت بن کیونکہ "کابل" ہمیشہ محروم رہتا ہے۔ اور پشیمانی کی رسی اس کی گردن میں جکڑی ہوتی ہے۔

جب کوئی فقیر، فاقہ کی آگ سے اپنے نفس کو جا لادے تو بس نور ہو جاتا ہے۔

جس طرح لوہا دیتک آگ میں پڑے رہنے سے آگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اسی طرح انسان "محبت الہی" میں جل کر "قرب الہی" حاصل کر لیتا ہے۔

اولیاء اللہ، دنیا و عقبے کے تاجدار ہوتے ہیں۔

رحمت نہ مانگ بلکہ رحیم کو مانگ۔

علم زندگی ہے اور جہالت موت ہے۔

قول صورت ہے اور عمل اس کی روح ہے۔

خالق کا شکوہ مخلوق سے مت کر بلکہ خالق سے کر کیونکہ وہی قادر ہے۔

نعمت کا شکر گزار بن جا ورنہ وہ تیرے ہاتھ سے چھین جائیں گی۔

عبادت الہی میں مصروف ہونے سے پہلے تم شریعت الہی کا چراغ

داعیہ حاصل کر لو پھر عبادت میں مشغول ہو۔

جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے علم کو وسیع کرتا ہے۔



- ولی اللہ یطلع علی اسرار تخصمہ
- (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کے خاص رازوں پر ولی اللہ مطلع ہوتے ہیں۔
- جب انسان فنا فی اللہ ہو جاتا ہے تو اس کو کائنات پر تصرف حاصل ہو جاتا ہے۔

۱۔ غینۃ الطالبین ص ۸۲۶۔

۲۔ فتوح الغیب مقالہ ۴۶۔

بندۂ پروردگارم اُنتِ اَسْمَدِنَبِیْ!

دوست دارِ چارِ یارم تا با و لا و علی!

مذہبِ حنفیہ دارم ملّتِ حضرتِ خلیل

خاکِ پائے غوثِ اعظمِ زیرِ سایہ ہر ولی

# گیارہ تاریخ کی اہمیت

قدرت کو ابتدا ہی سے دن دسواں اور رات گیارہویں محبوب و مرغوب رہی ہے۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے اپنے نبیوں اور ولیوں کو آزمانے اور پھر اعلیٰ مراتب سے نوازنے کے لیے اکثر ہی تاریخ منتخب فرمائی ہے۔ چنانچہ تاریخ گواہ ہے کہ اسی تاریخ کو آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جو دی پہاڑ پر ٹھہری۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے آتش فرود گنزار ہوئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کنوئیں سے نجات پائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی آنکھوں میں روشنی واپس آئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جادو گروں کو شکست دی۔ اور دریائے نیل میں فرعون کا لشکر غرق ہوا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے بطن سے نجات پائی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنے طویل مرض سے شفا پائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کے حضور اپنے لخت جگر حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی پیش کی۔ اور اللہ تعالیٰ کے محبوب کے محبوب حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنی جان عزیز کے ساتھ اپنے عزیز و اقارب کی جانوں کا نذرانہ اسی تاریخ کو رب تعالیٰ کے حضور پیش کیا۔

عزیز و سادہ و رنگیں ہے داستان حرم

نہایت اسکی حسین ابتدا ہے اسماعیل

اسی تاریخی اہمیت کے سبب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آقائے دو جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ختم شریف ہر ماہ اسی تاریخ کو دلاتے تھے

لکن بامثبت بالسنۃ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی عجائب المخلوقات۔ از علامہ قزوینی رحمۃ اللہ علیہ

وصالِ حق حاصل کرنے کے بعد یہی گیارہ تاریخ آپ کے عرس مقدس کے لیے بھی مخصوص ہوگئی۔

علامہ امام یافعی قادری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں :-

### گیارہویں شریف کی ابتدا

”گیارہویں کی اصل یہ تھی کہ حضرت غوث صمدانی رضی اللہ عنہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے چالیسویں کا ختم شریف ہمیشہ گیارہ ماہ ربیع الآخر کو کیا کرتے تھے۔ وہ نیاز اتنی مقبول و مرغوب ہوتی کہ اس کے بعد آپ ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ختم شریف دلانے لگے۔ آخر رفتہ رفتہ یہی نیاز خود حضرت غوث پاک کی گیارہویں شریف مشہور ہوگئی۔ آج کل لوگ آپ کا عرس مبارک بھی گیارہ تاریخ کو کرتے ہیں۔ حالانکہ آپ کی تاریخ وصال سترہ ربیع الآخر ہے۔“

حضور غوث پاک جس ذوق و شوق سے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس

### گیارہویں شریف کی امتیازی شان

مقدس ہر ماہ کی گیارہ تاریخ کو منعقد فرماتے تھے۔ اللہ پاک نے اسے ایسا قبولِ عام عطا فرمایا۔ کہ آپ کے وصال کے بعد خود آپ کی فاتحہ کے لیے بھی ہر ماہ کی گیارہ تاریخ مقبول ہوگئی۔ چنانچہ:

”دیگر مشائخ کا عرس تو سال کے آخر میں ہوتا ہے۔ لیکن غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی یہ امتیازی شان ہے کہ بزرگانِ دین نے آپ کا عرس مبارک ہر مہینہ (کی گیارہ تاریخ کو) مقرر فرما دیا ہے۔“

۱۔ قرۃ الناظرہ و خلاصۃ المفاخرہ ص ۱۱۔

۲۔ وجیز القراط ص ۸۳، از حضرت ملا محمد بن حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ۔

چنانچہ علامہ محقق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۰۵۱ھ) جو اس زمانہ کے علماء میں قرآن و حدیث کی زیادہ سمجھ رکھتے تھے۔ تحریر فرماتے ہیں:

”ہم نے اپنے سردار امام و عارف کامل شیخ عبد الوہاب قادری متقی قدس سرہ کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے یوم عرس (یعنی گیارہویں شریف) کی محافظت و پابندی فرماتے ہوئے دیکھا۔ علاوہ ازیں ہمارے شہروں میں ہمارے دیگر مشائخ کے نزدیک بھی گیارہویں شریف مشہور و متعارف ہے“ لہ

سرکار سیدنا غوث پاک کی گیارہویں شریف گیارہویں شریف عرب و عجم میں | کی مبارک تقریب صرف پاکستان ہی میں مروج نہیں بلکہ اس کا اہتمام عرصہ دراز سے بزرگان عرب و عجم کرتے آئے ہیں۔ جس کی شہادت ہندوستان میں سب سے پہلے علم حدیث کی شاعت کرنے والے محدث شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں:

”بے شک ہمارے ملک (ہندوستان) میں آج کل (عرس پاک غوث اعظم یعنی گیارہویں شریف) کی گیارہویں تاریخ مشہور ہے۔ اور یہی تاریخ آپ کی ہندی اولاد و مشائخ میں متعارف ہے۔

امام عبد الوہاب متقی مکی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی تاریخ کو گیارہویں شریف کا ختم دلایا کرتے تھے۔ اور ان کے مشائخ بھی“ لہ

اسی طرح شاہ بعد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو کل علماء ہند و پاک کے حدیث پاک کے استاد ہیں، گیارہویں شریف سرکاری طور پر منائے جانے کا ثبوت اس طرح پیش

لہ ثابت من السنۃ ص ۱۲۶۔

لہ ص ۱۲۳۔

فرماتے ہیں:

”حضرت عوث پاک رضی اللہ عنہ کے روضہ مبارک پر گیارہویں تاریخ کو بادشاہ اور شہر کے اکابر وغیرہ جمع ہوتے، نماز عصر کے بعد مغرب تک قرآن شریف کی تلاوت کرتے اور سرکارِ عوث پاک کی شان میں قصائد اور منقبت پڑھتے۔ مغرب کے بعد سجادہ نشین درمیان میں تشریف فرما ہوتے اور ان کے آس پاس مریدین حلقہ بنا لیتے اور ذکر جہر شروع ہوتا۔ اسی حالت میں بعض پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی۔ اس کے بعد طعام شیرینی جو نیاز تیار ہوتی، شہم کی جاتی اور نماز عشاء پڑھ کر لوگ رخصت ہوتے“ لہ

اسی طرح اورنگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے محترم استاد ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ

کے صاحبزادے ”دجیز الصراط“ میں علامہ غلام سرور لاہوری خزینۃ الاصفیاء ص ۹۹ میں، داراشکوہ ”سفیۃ الاولیاء“ ص ۲، میں حضرت شاہ ابوالعالی علیہ الرحمۃ نے ”تحفہ قادر“ ص ۹۰ میں آپ کے عرس پاک گیارہویں شریف کے متعلق ثبوت پیش کیے ہیں۔

بزرگان دین کی شہادتوں سے یہ بات ثابت ہو چکی  
**گیارہویں شریف کا ثبوت** ہے کہ گیارہویں شریف موجودہ دور کی ایجاد نہیں

بلکہ اسلاف کا قدیم طریقہ ہے اور صالحین کی پسندیدہ چیز پر عمل کرنے کے منعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی موجود ہے:

” ما ساء المؤمنون حنا فهو عند الله حسن“ ۱

(یعنی جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ چیز اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے) ۱

۱۔ ملفوظات عزیز می ص ۶۲ فارسی۔ ۲۔ موعظ امام محمد ص ۱۰۴۔ کتاب الروح الابن قیم ص ۱۰۔

تفسیر مواہب الرحمن، مرقاة شرح مشکوٰۃ، رد المحتار ص ۵۱۸۔ بہجات فارسی ص ۲۹۔ بتان الحارثی

کتبِ اصول میں ہے:

”المستحب ما احبه العلماء“

(یعنی: مستحب وہ ہے جسے علماء پسند کریں :-)

چنانچہ زمانہ قدیم سے علماء کرام اور مشائخِ عظام گیارہویں شریف کی تقریب کا اہتمام فرماتے رہے ہیں۔

گیارہویں شریف کی تقریب کے لوازمات | گیارہویں شریف چند اعمالِ خیر کے مجموعہ کا نام ہے جس کی تفصیل

درج ذیل ہے:

- ۱ — قرآن شریف کی تلاوت۔
  - ۲ — درود و سلام۔
  - ۳ — مجلسِ ذکر و فکر کا اہتمام
  - ۴ — ایصالِ ثواب بار و اح اولیاء کرام۔ بالخصوص پیرانِ پرہیزگار شیخ  
عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔
  - ۵ — تقسیم شیرینی و طعام۔
- یہ تمام اعمالِ اللہ پاک کے قرب کا ذریعہ ہیں اور ان سے خیر و برکت حاصل ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر عمل کی فضیلت قرآن پاک اور حدیث شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ:
- ۱ — کلام پاک پڑھنے والے کو ہر حرف پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔
  - ۲ — اسی طرح ایک بار درود شریف پڑھنے والے پر دس نیکیاں نازل ہوتی ہیں۔
  - ۳ — اور کلمہ طیبہ تو ساتوں آسمانوں اور زمینوں پر بھاری ہے جس کے ذکر کی بڑی فضیلت ہے۔ ذکر کے سبب اللہ تعالیٰ فرشتوں پر فخر کرتا ہے۔ اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کے حلقے کو جنت کی گیارہاں فرماتے ہیں۔

۴ — ایصالِ ثواب کی برکات بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہیں چنانچہ قرآن و حدیث میں متعدد جگہ زندوں کی دعا اموات کے لیے، پیغمبروں کی دعائیں اگلی پھلی امتوں کے لیے، ملائکہ کی دعائیں اہل زمین کے لیے، اس قدر متعدد طریقوں سے تلمیذین کی گئی ہیں کہ جن کے بعد کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہتی۔

ایصالِ ثواب اور فاکتہ خوانی ایک مسنون طریقہ ہے جو خود حضور

## ایصالِ ثواب

پاک سید لولاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام، بزرگانِ دین اور

سلف صالحین سے ثابت ہے۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف اور مسلم شریف میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما

سے روایت ہے کہ:

”ایک شخص نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری ماں مر گئی اور

میرا گمان ہے کہ اگر وہ کچھ بولتی تو صدقہ کرتی تو کیا اگر میں اس کی طرف سے

صدقہ کروں تو اسے ثواب پہنچے گا؟

اس پر حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”ہاں!“

اس حدیث شریف کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”لمعات“

میں تحریر فرماتے ہیں:

”یہ حدیث شریف اس بات کا ثبوت ہے کہ بیت کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے

اور اہل حق کا یہی مذہب ہے“

اس کے علاوہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں یہ حدیث شریف تفصیل

طور پر نقل فرمائی ہے:

”قال جان یوم الثالث ..... ابراہیم“

ترجمہ: حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت سیدنا ابراہیم کی وفات کا تیسرا دن تھا کہ ابوذر رضی اللہ عنہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان کے پاس سوکھے چھوہارے، اذنی کا دودھ اور جوگی روٹی تھی ان چیزوں کو حضور کے سامنے رکھ دیا تو حضور علیہ السلام نے ان پر ایک مرتبہ سورۃ فاتحہ اور تین بار سورۃ اخلاص پڑھی اور یہ دعا پڑھی:

”اللہم صل علی محمد انت لها اهل وھولھا اهل“

پھر اپنے ہاتھ اٹھائے اور چہرہ مبارک پر پھیرے۔ اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ان چیزوں کو تقسیم کر دو اور ان کا ثواب میرے فرزند ابراہیم کو پہنچے۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ کھانے پر ختم پڑھ کر اس کو حاضرین میں تقسیم کرنا جائز بلکہ سنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ختم کا ثواب ارواح کو پہنچتا ہے۔ چنانچہ فاتحہ کا یہی طریقہ آج تک رائج ہے۔ اور گیارہویں شریف میں بھی یہی ہوتا ہے کہ کچھ کھانا پکا کر اس پر قرآن شریف پڑھ کر اس کا ثواب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے حضرت عوث الاعظم کی روح پاک کو پہنچایا جاتا ہے۔

اب ہم ایک ایسی ہستی کا فتویٰ نقل کرتے ہیں جو مولوی اشرف علی تھانوی صاحب مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب اور مولوی خلیل احمد ایٹھوی کے پیرو مشد ہیں۔ یعنی حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

”نفس ایصال ثواب بار واج اموات میں کسی کو کلام نہیں..... سلف کی تو یہ عادت تھی کہ مثلاً کھانا پکا کر مسکین کو کھلا دیا۔ اور دل سے ایصال ثواب کی نیت کر لی۔ متاخرین میں کسی کو خیال ہوا کہ جیسے نماز میں نیت ہر چند دل سے کافی ہے۔ اسی طرح اگر یہاں زبان سے کہ لیا جائے کہ یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچ جائے تو بہتر ہے پھر کسی کو خیال ہو کہ لفظ اس کا مشا را یہ



اگر روبرو موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو۔ کھانا روبرو لانے لگے۔ کسی کو یہ خیال ہو کہ ایک دعا ہے اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الہی بھی پڑھا جائے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا ثواب بھی پہنچ جائے گا۔ کہ جمع بین العبادتین ہے عچہ خوش بود کہ بر آید بیک کر شمرہ دو کار "قرآن شریف کی بعض سورتیں بھی پڑھی جائے لگیں۔ کسی نے خیال کیا کہ دعا کے لیے رفع یدین سنت ہے، ہاتھ بھی اٹھانے لگے۔ کسی نے خیال کیا کہ کھانا جو مسکین کو دیا جاوے گا۔ اس کے ساتھ پانی دینا بھی مستحسن ہے، پانی پلانا بھی بڑا ثواب ہے اس پانی کو بھی کھانے کے ساتھ رکھ لیا، پس یہ سہیت کز ایہ حاصل ہوگی.....

..... اسی قسم کی مصلحتیں ہر امر میں ہیں جن کی تفصیل طویل ہے محض بطور نمونہ تصور اسباب کیا گیا۔ ذہین آدمی غور کر کے سمجھ سکتا ہے یہ

..... گیارہویں شریف غوث پاک کی دسیوں، بیویں، چہلم، ششماہی، سایانہ، وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق اور سرمنی شاہ بوعلی قلندر اور حلوہ شب برات و دیگر طریق ایصالِ ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ گیارہویں شریف سے روکنے والوں کو جب یہ سب حقائق سمجھانے جاتے ہیں تو وہ یہ کہہ دیتے ہیں کہ جی۔ ہم تو بس احتیاطاً منع کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو شامی کی اس عبارت پر غور کرنا چاہیے :-

”لیس الاحتیاط..... النص القطعی“

ترجمہ: ”احتیاط اس میں نہیں کہ کسی امر کو جس پر دلیل شرعی نہ ہو حرام یا مکروہ کہہ

۱۰ بفت مسدس ۱۱۱۱ بلفظہ۔

۱۱

دیا جائے۔ یہ تو اللہ پاک پر افتراء ہے۔ بلکہ احتیاط اس میں ہے کہ مباح کہا جائے کہ اصل اثیبار میں اباحت ہے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجودیکہ آپ شارع تھے شراب جیسی ام الجناہ کو حرام فرمانے میں توقف فرمایا۔ بیان تک کہ حکم خدا آیا۔

”و لا تقولوا ..... لا یفدحون“

القرآن پاک

ترجمہ: ”اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو۔ بے شک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔“

جس طرح آج کل بعض لوگ اپنی طرف سے حلال چیزوں کو حرام بنا دیتے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں بھی اسی طرح بعض لوگ اپنی طرف سے بعض چیزوں کو حرام بعض کو حلال کر لیا کرتے تھے اور اس کی نسبت اللہ پاک کی طرف کر دیا کرتے تھے ان کے اس فعل کی ممانعت میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ قرآن وحدیث میں جس چیز کی برائی بھلائی ثابت ہو وہ بری یا بھلی ہے اور جس کی نسبت کچھ ثبوت نہ ہو وہ ہمارے لیے معاف اور جائز و مباح ہے۔ اس کو بغیر کسی دلیل کے حرام گناہ اور بدعت کہنا شریعت مطہرہ پر افتراء اور بہتان عظیم ہے۔ مخالفین گیارہویں شریف کو عبرت کے لیے بس یہی کافی ہے۔

حاصل یہ کہ گیارہویں شریف ایسا محبوب و مرغوب فعل ہے جسے بے شمار علماء کرام اور صلحاء امت کرتے چلے آئے ہیں اور اپنے معتقدین کو بھی اس کی ترغیب دیتے رہے ہیں۔ اگر یہ عمل خلاف سنت ہوتا تو ہرگز ہرگز یہ حضرات اس عمل میں حصہ نہ لیتے۔

مزید یہ کہ جن حلیل القدر علماء اور عظیم المرتبت صوفیاء نے اس پر عمل کیا ہے۔ ان کے علم و فضل میں کسی کو کلام نہیں۔ آج کوئی شخص کتنا ہی عالم و فاضل ہو جائے۔ ان کے شاگردوں کے شاگردوں میں بھی شامل نہیں ہو سکتا تو کیا وہ حضرات قرآن و سنت سے بے بہرہ تھے؟ نہیں، ہرگز نہیں بلکہ ان کے سینے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور نور ایمان سے روشن تھے۔ وہ حضرات جید عالم بھی تھے اور پورے پورے عامل بھی۔ چنانچہ گیارہویں شریف جیسے محبوب عمل بھی ہمیں انہیں بزرگوں کی پیروی کرنی چاہیے۔

## ایک خواب ایک حقیقت

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کیا ہے کہ حضرت مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے خواب میں ایک وسیع چوڑا دیکھا جس پر بیت سے اویبار اللہ حلقہ بنائے مراقبہ میں مشغول تھے اور ان کے درمیان حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ و ذرا نو بیٹھے تھے اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ آپ کی ذات میں ماسوا اللہ سے بے نیازی اور فانی اللہ کی کیفیات جلوہ گر تھیں۔ پھر یہ سب حضرات اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک سمت کو چل دیے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے تو ان میں سے کسی نے بتایا کہ امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے استقبال کے لیے جا رہے ہیں چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ ایک گلیم پوش بزرگ اننگے سر اور ننگے پاؤں تھے جن کے بال الجھے ہوئے تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ان کا ہاتھ نہایت عزت و احترام سے اپنے ہاتھ میں تھام لیا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں تو جواب ملا کہ یہ خیر التابین حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس کے بعد ایک حجرہ شریف نظر آیا جو نہایت ہی صاف و شفاف تھا اور اس کے اوپر نور کی بارش ہو رہی تھی۔ یہ سب با کمال بزرگ اس میں داخل ہو گئے میں نے اس کے بارے میں معلوم کیا تو ایک شخص

نے بتایا۔ آج حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کا عرس مقدس (گیارہویں شریف) ہے  
یہ سب حضرات عرس پاک کی تقریب میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے ہیں۔

۱۰ کلمات طبابت فارسی ص ۸، مطبوعہ دہلی۔

## منقبت سیدنا غوث الاعظم علیہ

تمہاری محبت ہمارا ہے ایمان  
دل و جاں ہے تم پر خدا غوث الاعظم  
مداوائے رنج و الم آپ ہی ہیں  
مرے دردِ دل کی دوا غوث الاعظم  
قدم اُس کے منزل نے خود آگے چلے  
بنے جس کے بھی رہنما غوث الاعظم  
خدا کی قسم جس کو تم مل گئے ہو  
خدا بھی اُسے مل گیا غوث الاعظم  
گدا آپ کے مے کدے کا ہے کاوش  
اُسے بھی ہوسا غوث الاعظم

## عرس کا ثبوت

زبدۃ العارفین حضرت سید شاہ شرف الدین بن احمد کجی مینیری قدس سرہ العزیز نے اپنے ملفوظات شریف میں فرمایا ہے :

” حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے گیارہ دن بعد جب صدیق اکبر خلیفہ ہوئے تو بارہویں دن آپ نے بہت سا کھانا پکوا یا تاکہ اس کا ثواب حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس کی نذر کریں۔ جب تمام مدینہ منورہ میں اس کا چرچا ہو گیا تو لوگ ایک دوسرے سے پوچھتے تھے کہ آج کیا ہے؟ جن کو معلوم تھا وہ بتاتے تھے :

” ایوم عرس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔“

یعنی آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس ہے۔

چنانچہ :

حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں :

” انہیں جا است حفظ اعراس مشائخ و مواعظت زیارت قبور و التزام فاتحہ خواندن و صدقہ دادن ہر اسے اپناں و اعتنائے تمام کردن تعظیم آثار اولاد و نشان ایشاں۔“

ترجمہ : ” اسی سبب ہے مشائخ کے عرسوں کی پابندی کرنا ان کی قبروں کی زیارت کرنا، فاتحہ پڑھنا، ان کی طرف سے صدقہ دینا اور ان کے آثار اولاد کی عزت و احترام کرنا۔“

ہندوستان کے جلیل القدر صاحب باطن بزرگ حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی علیہ الرحمۃ اپنے مکتوب شریف میں حضرت مولانا جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں :

"پیروں کا عرس مشائخ کے طریقہ پر صفائی اور سماع کے ساتھ جاری رکھیں۔"

حضرت شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں :

"فقیر ایک سال میں دو مجلسیں اپنے مکان میں کرتا ہے۔ ایک مجلس حضور علیہ السلام کی وفات کے ذکر میں اور دوسری حسین رضی اللہ عنہما کی شہادت کے ذکر میں۔۔۔۔۔ اس کے بعد قرآن شریف اور پانچ آیتوں کا ختم پڑھ کر جو طعام حاضر ہوتا ہے اس پر فاتحہ پڑھی جاتی ہے۔ (اس کے علاوہ) اگر مجلس میں کوئی خوش الحان سلام یا مرثیہ مشروع پڑھنے والا ہو تو سلام پڑھنے کا بھی اتفاق ہوتا ہے۔"

اس سلسلے میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ بھی موجود ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :

"حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کی نیاز کا کھانا جس پر سورہ فاتحہ سورہ اخلاص اور درود شریف پڑھنے سے وہ کھانا متبرک ہو جاتا ہے اور اس نیاز کا کھانا بہت ہی بہتر ہے۔"

حضرت مولانا شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اس پائے کے عالم دین ہیں کہ تمام علماء ہندو پاک علم حدیث میں آپ کے شاگرد ہیں خود اپنے والد محترم شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مقدس ہر سال منقرہ مارچوں میں منایا کرتے تھے۔ اس پر مولوی عبد الحکیم پنجابی نے

اعتراض کیا کہ تم نے تو عرس کو فرض کا درجہ دے رکھا ہے کہ باقاعدگی سے ہر سال مقررہ تاریخوں پر منعقد کرتے ہو۔

اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”ایس طعن ..... ایشاں باشد“

ترجمہ: اس طعن کا سبب اس کی حالت سے ناواقفیت ہے جس پر طعن کی گئی ہے۔ کیونکہ فرائض شریعہ مقررہ کے سوا کوئی بھی شخص کسی چیز کو فرض نہیں جانتا۔ البتہ زیارت قبور، صالحین کے مزارات سے برکت حاصل کرنا، تلاوت قرآن، دعائے خیر، شیرینی اور کھانا تقسیم کرنا مستحسن فعل ہے اور بدلتفاق علماء جائز ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتوے سے ظاہر ہوا کہ صالحین کے مزارات سے برکت حاصل کرنا اور فاتحہ وغیرہ پر علماء امت کا اجماع ہے اور منجبر بحق صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان پہلے سے موجود ہے،

”لا تجتمع امتی علی الضلالة“

یعنی میری امت کا اجماع گمراہی پر نہیں ہو سکتا۔

غرض کہ پورا خاندان شاہ ولی اللہی، فاتحہ درود اور عرس و عرائس کا نہ صرف قائل تھا بلکہ اس پر پابندی سے عامل بھی تھا۔ اور یہ وہ خاندان ہے کہ بعد میں آنے والے تمام علمائے ہند و پاک جس کے شاگرد یا شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

# فتویٰ

اس سلسلے میں اب مخالفین حضرات کے جدید علماء کی کتب سے ثبوت پیش کیے جاتے

ہیں۔

”جب میت کو کچھ نفع پہنچانا  
مقصود ہو تو اسے کھانا کھلانے

**مولوی اسماعیل صاحب دہلوی**

پر ہی موقوف نہ سمجھنا چاہیے۔ اگر ہو سکے تو بہتر ہے، ورنہ صرف سورہ فاتحہ اور

سورہ اخلاص کا ثواب بہت بہتر ہے“ ۱

”احادیث سے نفع پہنچانا  
محقق ہے اور جمہور

**مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب**

صحابہ دائمہ کا یہ مذہب ہے“ ۲

”بہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے  
عمل کا ثواب مردہ کو یا زندہ

**مولوی اشرف علی تھانوی صاحب**

کو دے دے۔ جس طرح مردہ کو ثواب پہنچتا ہے۔ اسی طرح زندہ کو بھی

پہنچ جاتا ہے“ ۳

۱۔ صراط مستقیم ص ۶۴۔

۲۔ تذکرۃ الرشید ص ۲۶۔

۳۔ التذکرۃ حصہ سوم ص ۹۵۔



”جمہور فقہاء کرام علیہم الرحمۃ  
نے حکم فرمایا ہے کہ ہر عبادت

قاضی ثناء اللہ پانی پتی صاحب

کا ثواب میت کو پہنچتا ہے“ اے

العقیدۃ الحمدیہ ص ۵۲-۵۳ میں ہے۔

”بے شک زندوں کی دعا مردوں کے لیے اور ان کا صدقہ دنیا ان کے لیے  
درجات کی بلندی میں نافع ہے۔“

لے نذکرۃ الموتی والقبور

مشائخ جہاں آئیں بہر گدائی

وہ ہے تیری دولت سراغوثِ اعظم

لپٹ جائیں دامن سے اُس کے ہزاروں

پکڑے جو دامن تیرا غوثِ اعظم

سروں پر جسے لیتے ہیں تاج والے

تمہارا قدم ہے یا غوثِ اعظم

کہے کس سے جا کر ”حسن“ اپنے دل کی

سنے کون تیرے سوا غوثِ اعظم

مولانا حسن رضا خان صاحب بریلوی علیہ الرحمۃ

## ختم غوثیہ

ختم غوثیہ ہر مشکل، مصیبت اور پریشانی دور کرنے کے لیے اکیر ہے۔ اس میں صدق دل سے شامل ہونے والا کبھی خالی ہاتھ نہیں رہتا۔ ختم شریف کے دوران اپنی توجہ اللہ کی رحمت کی طرف رکھنی چاہیے۔ اس میں با وضو اور درود شریف کا ورد کرتے ہوئے شامل ہونا چاہیے۔ بہتر یہ ہے کہ نماز عشاء کے بعد ختم غوثیہ پڑھا جائے۔ دو رکعت نماز نفل برائے ثواب پیران پر دستگیر شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ بعد سورہ فاتحہ ہر دو رکعت میں سورہ اخلاص گیارہ مرتبہ پڑھیں اور رکوع و سجود کی تسبیح بھی گیارہ گیارہ بار ادا کی جائیں۔

ختم شریف پاک و صاف جگہ پورے احترام سے پڑھا جائے۔ ماحول خوشبو سے معطر ہو۔ لوگ پاک و صاف کپڑے پہنے ہوئے با وضو بیٹھیں۔ اگر تازہ غسل کر کے آئیں تو بہت زیادہ نورانیت پیدا ہو۔

- ① درود شریف ② کلمہ تمجید ③ یا شیخ عبد القادر جیلانی ثناء اللہ
- المددنی سبیل اللہ ④ سورہ الم نشرح ⑤ سورہ یاسین شریف
- ⑥ اللَّهُمَّ يَا بَاقِيَ أَنْتَ الْبَاقِي ⑦ اللَّهُمَّ يَا هَادِي أُنْتَ
- الْهَادِي ⑧ اللَّهُمَّ يَا كَافِي أَنْتَ الْكَافِي ⑨ اللَّهُمَّ يَا مُعَافِي
- أَنْتَ الْمُعَافِي ⑩ يَا غَوْثُ اغْتَنِ بِإِذْنِ اللَّهِ الْمَدَدِي سَبِيلِ
- اللَّهِ ⑪ حَضْرَتُ شَاهِ مُعْزِي الدِّينِ مُشْكَلُ كُتُبِ الْخَيْرِ ⑫ اللَّهُمَّ
- يَا قَاضِيَ الْعَاجَاتِ ⑬ اللَّهُمَّ يَا دَافِعَ الْبَلِيَّاتِ ⑭ اللَّهُمَّ يَا

رَافِعَ الدَّرَجَاتِ ⑮ اللَّهُمَّ يَا مُجِيبَ الدَّعَوَاتِ  
 ⑯ اللَّهُمَّ يَا شَافِيَ الْأَمْرَاضِ ⑰ اللَّهُمَّ يَا حَلَّ  
 الْمُشْكَلَاتِ ⑱ اللَّهُمَّ يَا مُنْزِلَ الْبَرَكَاتِ ⑲ اللَّهُمَّ  
 يَا حَافِيَ الْهُمَاتِ ⑳ اللَّهُمَّ يَا مُعْطِيَ الْخَيْرَاتِ وَالْحَسَنَاتِ  
 ㉑ سَهِّلْ يَا إِلَهِي حُدَّ صَحْبٍ بِعُزْمَةِ سَيِّدِ الْأَبْرَارِ  
 ㉒ سوره اخلاص ㉓ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا جَبَّابَ اللَّهِ ㉔ حَسْبُنَا اللَّهُ  
 نِعْمَ الْوَكِيلُ نِعْمَ الْمَوْلَى وَنِعْمَ النَّصِيرُ ㉕ لَا إِلَهَ  
 إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ㉖ کلمہ تہلیل آخر  
 میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ㉗ بِسْمِ اللَّهِ شَافِيَ ㉘  
 بِسْمِ اللَّهِ مَعَانِي

㉙ ادا دکن ادا دکن ادا دکن ادا دکن ادا دکن  
 در دین و دنیا شاد کن یا غوث الاعظم بہر خدا

㉚ درود شریف -

مندرجہ بالا تمام کلمات میں سے ہر ایک کا ورد ایک سو گیارہ بار کیا جائے البتہ  
 سورہ یاسین شریف صرف ایک بار پڑھی جائے۔  
 ختم غوثیہ شریف ختم کرنے کے بعد قل شریف پڑھا جائے اور پھر صاحب مجلس کے  
 ساتھ بارگاہِ الہی میں دعائے خیر کی جائے ہر آدمی اپنی مراد کا تصور دل میں اللہ کے ساتھ  
 قائم رکھے۔ انشاء اللہ بامراد ہوگا۔

# غوث پاک کی گیارہویں شریف

(الموسوم الی الغیر)

غوث پاک کی گیارہویں شریف کے مخالفین ایک یہ بھی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ گیارہویں شریف کی اشیا پر چونکہ غوث پاک کا نام آتا ہے لہذا وہ "و ما اهل به لعیر اللہ" کے تحت حرام ہو گئیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ:

"حضرت صالح بن درہم فرماتے ہیں کہ ہم ایک دفعہ حج کے لیے جا رہے تھے

کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا:

کون تم میں سے مجھے ضمانت دیتا ہے اس امر کی کہ وہ مسجد عشار میں

دو چار رکعت پڑھے اور پھر یوں کہے کہ یہ نماز ابو ہریرہ کے لیے ہے" لے

تو کیا یہاں نماز کی نسبت "غیر اللہ" کی طرف نہیں کی جا رہی ہے؟ یقیناً ظاہر

میں تو ایسا ہی معلوم ہو رہا ہے مگر اس نسبت کا اصل مطلب کچھ اور ہی ہے۔ نیچے:

"معناہ ثواب هذا الصلوة لابی ہریرة" لے

ترجمہ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس نماز کا ثواب ابو ہریرہ کے لیے ہے۔

پس جس طرح ابو ہریرہ کے لیے نماز کہنا جائز ہے۔ بالکل اسی طرح حضرت پیران پر

۱۔ مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۸۔

۲۔ حاشیہ مشکوٰۃ شریف ص ۴۶۰۔

کی نیاز کہنا جائز ہے۔

علی بن القیاس، عوث پاک کا بکرا، داتا صاحب کا لنگر، خواجہ صاحب کی دیگ، امام حسین کی سبیل کہنا بھی درست اور جائز ہے۔ کیونکہ کسی چیز کو اولیاء اللہ کی طرف منسوب کرنے کا اصل مطلب ان کی ارواح طیبات کو ایصالِ ثواب کرنا ہے۔ چنانچہ اگر کسی جانور کو عمر بھر غیر خدا کے نام سے پکارا گیا ہو مثلاً یہ کہا گیا ہو کہ عبد الرحمن کا دنبہ، ولیمہ کی گائے، عقیقہ کی بھری وغیرہ مگر ذبح کے وقت کہا جائے:

”بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ“

تو وہ حلال و طیب ہے۔ اور کسی طرح بھی ”وما اہل بہ لغیر اللہ“ میں داخل نہیں۔ کیونکہ اس کی شرح میں اوزنگ زبیر رحمۃ اللہ علیہ کے استاد محترم حضرت ملا جیون لکھتے ہیں:

”وما اہل بہ لغیر اللہ“ سے مراد وہ جانور ہے جو لات و عززی وغیرہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ جو گائے اولیاء اللہ کے نام نذر کی گئی ہو جیسا کہ ہمارے زمانہ میں دستور ہے وہ حلال و طیب ہے۔“

بالفرض مجال اگر نسبت ایسی ہی بری چیز ہے تو پھر کوئی چیز ہی حلال نہیں ہے گی۔ مثلاً:

مولوی صاحب کی بیوی۔ ملاجی کا لڑکا۔ پیرجی کی بھینس۔ مرید کی بیٹی وغیرہ وغیرہ۔

# تعیین یوم

(دن اور تاریخ کا مقرر کرنا۔)

اب رہا معترضین کا یہ اعتراض کہ: جب فاتحہ اور دنوں میں بھی ہو سکتی ہے تو اسی خاص دن کا تعین کرنا "بدعت" ہے۔

اس اعتراض کا جواب خود مخالفین حضرات کے بہت بڑے بزرگ اور پیر حضرت

ماجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے یوں تحریر فرمایا ہے:

، مقصود ایجاد رسم عرس یہ تھا کہ سب سلسلے کے لوگ ایک تاریخ میں جمع ہو جائیں۔ باہم ملاقات بھی ہو جائے اور صاحب قبر کی روح کو قرآن و طعام کا ثواب بھی پہنچا دیا جائے۔ یہ مصلحت ہے "تعیین یوم" میں نہ اس کی اصل یہ ہے کہ مقدس ایام منانے کی اجازت خود خداوند کریم نے قرآن مجید میں دی ہے۔

”وَذَكِّرْكُمْ يَا مَرَاتِلَلَهُ“

(ترجمہ: رحمت خدا کے دن انہیں یاد کراؤ)

یعنی ان دنوں کی عظمت بیان کرو جن میں اللہ تعالیٰ نے انعام نازل فرمائے۔ اسی طرح تعین یوم کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

”ان عاشوراء دیوم من ایام اللہ“

(ترجمہ: عاشورہ کا دن ایام اللہ سے ہے۔)

کیونکہ :

”اسی دن اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی۔ اور اسی دن نوح

علیہ السلام کی کشتی جو دمی پہاڑ پر ٹھہری۔“ ۱

اس کے علاوہ اللہ پاک نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے یوم ولادت اور یوم وصال کی بھی تخصیص فرمائی ہے۔

اور پھر اس تاریخی حقیقت کو تو کوئی نہیں جھٹلا سکتا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی روزمرہ کی زندگی میں۔ وعظ فرمانے، نفل روزہ رکھنے اور سفر کرنے کے دن معین فرمائے ہوئے تھے۔ ۲

اب اس اعتراض کی کوئی حیثیت نہیں رہی کہ۔ ”دنوں کا تعین کر کے لوگ انہیں

فرض اور واجب کا درجہ دے دیتے ہیں۔“

بہر حال مخالفین کے اس بے بنیاد اعتراض کا جواب حضرت شاہ عبدالعزیز محدث

دہلوی نے یہ دیا ہے :

”فرائض شرعیہ مقررہ کئے سو کوئی بھی کسی کو فرض نہیں جانتا۔ . . . .“

. . . . . دن مقرر کرنا اس لیے کہ وہ دن ان کے وصال کا ہے۔“

اور وصال کے دن کی اہمیت اور فضیلت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نے اس طرح بیان فرمائی ہے :

”جس دن کسی بزرگ ولی اللہ کا وصال ہو اس دن ایصالِ ثواب میں برکت و

فوزانیت بہت زیادہ ہوتی ہے نسبت دوسرے دنوں کے۔“ ۳

۱۔ صحیح بخاری شریف، ج ۱، ص ۲۶۔ مشکوٰۃ شریف ص ۱۰۱۔

۲۔ زبد النصائح فی مسائل الذبائح ص ۳۶، ج ۱۔

۳۔ ثابت السنۃ ص ۹۶۔

اس کی مزید صراحت صاحب مجموع الروایات نے اس طرح فرمائی ہے :

” جب کوئی شخص کھانا کھلانے کا ارادہ کرے۔ تو روز وفات بلکہ وقت وفات کا خیال رکھے۔ اور احتیاط کے ساتھ اس ساعت کو یاد رکھے۔ جس میں میت کی روح عالم بالا کی طرف منتقل ہوتی۔ اس لیے کہ اموات کی روہیں ہر سال عروج میں اس مقام و ساعت میں حاضر ہوتی ہیں جس میں ان کا انتقال ہوا۔ مناسب یہی ہے کہ اس ساعت میں کھانا کھلایا جائے کیونکہ اس سے میت کی روح خوش ہوتی ہے اور اس میں بڑی تاثیر ہے۔“ لہ

مولوی انشرف علی تھانوی صاحب اور مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت خوبصورت انداز میں تعین یومہ کی وکالت فرمائی ہے :

” رہا تعین تاریخ تو یہ بات تجربہ سے ثابت ہوتی ہے کہ جو امر کسی خاص وقت میں معمول رہا ہو اس وقت وہ یاد آجاتا ہے اور ضرور پورا ہوتا ہے نہیں تو سالہا سال گزر جاتے ہیں کبھی خیال بھی نہیں ہوتا۔ پس اس مصلحت کی بنا پر گیارہویں اور اعراس وغیرہ کے لیے دن مقرر کیا جاتا ہے۔“ لہ

لہ جمع الجوامع، از علامہ جلال الدین سیوطی۔ سراج الہدایہ از مولانا جلال الدین بخاری

خزینۃ اللہ - حاشیہ مطہری۔

۲۰ فیصد ہفت مسئلہ۔



# اختتامیہ



ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے؛  
سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے



ایسے رفیع الشان موضوع پر قلم اٹھانا میرے بس کی بات نہ تھی۔ اس لیے  
میں نے کبھی اس موضوع پر سوچا تک نہ تھا۔ کیونکہ مجھے اس کا شعور ہی نہ تھا۔  
لیکن سیدنا غوث پاک کی قوتِ باذنبہ نے مجھے از خود اپنی طرف کھینچ لیا۔ اور پھر اپنی نگاہ  
فیض اثر کے ادنیٰ اشارے سے یہ کام مجھ سے لے لیا۔ ————— ورنہ مجھے کچھ مقدور نہ تھا۔



پتیا بغنیہ سزاؤں یہ تھی کب مری مجال  
در پردہ چشم یار کی شہ پاکے پی گیا



نظر گرفتہ غوث الاعظم

فیاض کاوش وارثی

الآن ولنا الله والآخر فاعلموا ولا تخفون

في القدر

يا كمال نام الفستاد

يا جلالت نوال عام الفستاد

مسك تقصير من قادرين

سك كمال نام الفستاد

مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور

وَسَيُؤْتِيهِمْ مِنْ فَضْلِهِ كَثِيرًا لَقَدْ كَرَّمَهُمْ خَلْقًا وَإِنَّ رَجْزَنَا عَلَيْهِمْ لَمُرْسَلَةٌ فَاعْبُدُوا

أَبُو بَكْرٍ وَقَالَ اللَّهُمَّ حَبِّبْ لِي كِتَابَكَ فَاجْعَلْهُ